



# خدمتِ خدامِ الدین

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

شماره ۱۰

جلد ۱ | ۳۰ ذیقعد ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۵۵ء | شمارہ ۱۰

## چند لکھنے والے

مولانا فضل الرحمن صاحب قاصر	مولانا احمد علی صاحب
خان عبدالحمید خاں صاحب	ملک نواز فقار علی صاحب
میر کرامت اللہ صاحب	پیکار صاحب جید آبادی
میاں غلام رسول صاحب	چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب
مولانا میاں محمد صاحب دیوبندی	سید مشتاق حسین صاحب بخاری
مونی عبدالحمید صاحب سرگودھا	ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فاروق

جو کہ ہم

زیر سرپرستی :-  
**شیخ التفسیر مولانا احمد علی مدظلہ العالی**  
 شیر نواز دروازہ - لاہور  
 سالانہ ۱۱ روپے  
**ہفت روزہ خدمتِ خدامِ الدین**  
 ششماہی چھ روپے

جمعۃ المبارک کو پابندی کئے گئے شائع ہوتا ہے

یکے ازہ طبعاً انجمن خدامِ الدین لاہور

قیمت فی پرچہ  
۴ روپے

پنجاب لیس لائبریری ہاؤس، لاہور، پاکستان اور دفتر خدامِ الدین، شیر نواز دروازہ، لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# نیکی کرنا اور ڈرنا

خطبہ جمعہ ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء  
انفست قرآن مولانا احمد علی صاحب خلیفہ شیخ الوالد (اھو)

قوله تعالى والذين يؤتون ما اتوا وقلوبهم ورجلة انهم اى راجعون سورة المؤمنون ركوع ۳ پارہ ۳۷ ترجمہ اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

## شیخ الاسلام کا حاشیہ

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے۔ نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔“

## صفت حمیدہ

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفات حمیدہ میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ نیکی کرنے کے بعد انہیں یہ تشویش رہتی ہے کہ خدا جانے نیکی قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ خطرہ بھی ساتھ ہی رہتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کام سے ناراض ہی نہ ہو گیا ہو۔

## شہادت حدیث

عن عائشہ قالت سألت رسول الله رسول الله صلى الله عليه وسلم عن هذه الآية والذين يؤتون ما اتوا وقلوبهم ورجلة انهم الغافلون الخبر و يسرفون قال لا يا ابنت الصديق ولكن هم الذين يصومون ويصلون ويتصدقون وهم يخافون ان لا يقبل منهم اولئك الذين يسارعون في الخير (رواه ترمذی وابن ماجہ) ترجمہ عاتشہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا ”والذین یؤتون ما اتوا وقلوبهم ورجلة“ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں۔ اور سحری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہ اے صدیق کہی ہو۔ اور بلکہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور صدقہ

فدا سے ڈرتے ہیں۔ جب انہیں کوئی خطہ شیطان سے آتا ہے۔ تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

## شیخ الاسلام کا حاشیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں یعنی عام متقی کے حق میں یہ محال نہیں۔ کہ شیطان کا گزر ان کی طرف ہو۔ اور کوئی چہرہ لگا جائے البتہ متقی کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغوا سے عمدتہ غفلت میں نہیں پڑتے۔ بلکہ ذرا غفلت ہوتی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے اور کھڑکی لگی اور معاسنہیل گئے۔ سنچھتے ہی آنکھیں کھل گئیں۔ غفلت کا پردہ اٹھ گیا۔ نیکی بادی کا کام سامنے نظر آنے لگا۔ اور بہت جلد نادم یا کام سے روک گئے۔

## حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی شیطان حملہ کرتا ہے۔ تاکہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار بندے اس کے حملے کو فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ اور انخلاص کی ڈھال پر اس کے حملہ کو روک لیتے ہیں اور اس نیکی کے کام کو ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں۔

## موت تک یہی حالت

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی یہ حالت کہ نیکی کرنا اور خدا سے ڈرنا، موت تک قائم رہتی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نوجوان کے پاس تشریف لے گئے۔ جو قریب المرگ تھا۔ آپ نے اسے فرمایا اپنے آپ کو کیا پاتے ہو۔ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ سے رجحش کی امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں کے باعث ڈرتا بھی ہوں۔ تب آپ نے فرمایا۔ ایسے موقعوں پر کسی بندے کے دل میں یہ دو باتیں جمع نہیں ہوتیں۔ مگر اللہ اسے وہ چیز دیتا ہے۔ جس کی وہ امید رکھتا تھا (یعنی مغفرت) اور اس میں اسے رکھ لیتا ہے۔ جس سے وہ ڈرتا تھا (یعنی عذاب) (رواہ الترمذی وابن ماجہ)۔

## موت کے وقت خوش خبری

قوله تعالى ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون سورة طہ السجده رکوع ۲۷ پارہ ۲۷ ترجمہ بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتريں گے۔ کہ تم خوف نہ کرو۔ (باقی مشاہیر)

کرتے ہیں اور وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ یہ چیزیں ان کی طرف سے قبول نہ کی جائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں

## حاصل

یہ بھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نیکی کے بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ عمل جسے ہم قابل قبول سمجھتے ہیں۔ شاید دربار الہی میں قبولیت نہ پائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ محاسبہ کرنے وقت اس عمل میں کوئی ایسی چیز نکال دے۔ جس سے یہ عمل قابل قبول ہی نہ رہے۔

## مثلاً

اس عمل میں بے ساختہ بریادینی لوگوں کے دکھلا دے) کا خیال آیا اور نیکی کرنے والے نے اسے رد نہیں کیا۔ بلکہ قبول کر لیا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بنوائی۔ مگر شیطان نے دل میں حال ڈال دیا کہ اس مسجد کی عمدہ سے عمدہ تعمیر دیکھ کہ لوگ میری تعریف کریں۔ کہ اس شخص نے نہایت ہی عمدہ اور لا جواب مسجد بنوائی ہے۔ اگر اس خیال کو رد نہ کیا تو یہ مسجد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوگی۔ اور نہ اس شخص کو اس کے معاوضہ میں بہشت میں کوئی معاوضہ ہی ملے گا۔

## علاج

ہر ایک نیک کام کے وقت شیطان ریا کا خیال دل میں ضرور ڈالتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ انسان نیکی کرتے وقت ہوشیار رہے۔ تاکہ اس قسم کا خیال دل میں نہ آئے اور اگر شیطان کی طرف سے کسی وقت حملہ ہو جائے اور یہ خیال دل میں آجائے تو اسے فوراً دل سے نکال دے اور یہ خیال کہے کہ میں تو محض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ کام کر رہا ہوں۔

## قرآن مجید کی شہادت

قوله تعالى ان الذين اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فاذا اجمع مبصرون سورة الاعراف رکوع ۲۷ پارہ ۲۷ ترجمہ بے شک جو لوگ



# خدم الدين لاہور

جلد ۳۰ جمعہ ۳۰ ذیقعد ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۵۵ء نمبر ۱۱

## پنجاب کی وزارت سے

اس جہاں میں کسی چیز کو ثبات نہیں۔ وقت مقررہ پر ہر چیز میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے انسان۔ حیوان۔ پرند۔ چرند۔ جاندار اور بے جان ہر چیز میں قانون قدرت کا اطلاق ہوتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے عالم کی بے ثباتی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

جس سکون جمال ہے قدرت کے کارخانہ میں  
انسان پر تکملک ہے تکلیف کے معنی ہیں  
امرو سہی کا مخاطب ہونے کی استعداد اس بنا  
پر مندرجہ بالا قانون کے علاوہ یہ ایک اور قانون کا بھی پابند ہے۔ پہلے قانون کے تحت پیدائش کے بعد انسان پر طفولیت۔ بچپن۔ جوانی اور بڑھاپے کے دور آتے ہیں اور گزرتے جاتے ہیں۔ یہ سب تغیر و تبدل ایک اہل قانون کے ماتحت ہوتا رہتا ہے۔ دوسرے قانون کا جو انسان پر حاوی ہے قرآن میں ذکر آتا ہے اس ایت قرآنی کا مفہوم مولانا ظفر علی خاں نے اس شعر میں بیان کر دیا ہے۔

ج۔ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی  
نہ ہوجس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا  
یہ قانون افراد اور اقوام دونوں پر لاگو ہے اس کے ماتحت اللہ تعالیٰ کسی کی اچھی حالت کو بری میں تبدیل نہیں فرماتے اور بری کو اچھی نہیں کرتے جب تک اعمال اس کے مقتضی نہ ہوں۔ اقبال نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے  
جہ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی  
یہ خالی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ تاری ہے

ان دونوں قوانین کے ماتحت اب ہم پنجاب کی وزارت کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ تقسیم کے بعد یہ اس صوبہ کی چوتھی وزارت ہے۔ اگر میٹروں کے عہد حکومت کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو یہ پانچویں وزارت ہے۔ آٹھ سال میں پانچ دفعہ وزارت بدلی ہے۔ لیکن ہر ایک کی اوسط میعاد تقریباً دو سال ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اس صوبہ کی وزارت کو بھی ثبات نہیں۔ آخر یہ کیوں؟ اس کا جواب دوسرے قانون کے

انداز آپ کو ملے گا۔ لیکن وزراء کے حال کی بنا پر یہ تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اس میں شک نہیں کہ صوبہ کے عوام کے اعمال کا بھی اس میں کچھ حصہ ہے۔ مگر عوام کا لالنامہ سمجھ جاتے ہیں۔ ان کی بد اعمالی کی بھی وزارت ہی ذمہ دار ہے۔

اگر وزراء اچھے ہوں تو عوام خود بخود اچھے ہو جائیں گے اللہ اس علیٰ دین حکومت اپنے پیش رو وزراء کے انجام سے سبق سیکھے۔ آپ میں سے اکثر وہی ہیں۔ جو کسی نہ کسی وزارت کے رکن رہ چکے ہیں۔ اس لئے ہم سے زیادہ آپ خود ان بد اعمالیوں سے واقف ہیں۔ جن کی سزا ان کو دی گئی۔ ہم تو صرف اتنا عرض کریں گے۔ کہ اس موقع کو غنیمت جانئے اور اس کو اپنی اور قوم کی دینی اور اخروی نجات و بہبود کا ذریعہ بنائیے۔ صرف خدا کی رضا کو پیش نظر رکھ کر بلا خوف و ہراس لاکھوں قوم کی خدمت کیجئے۔ کام زیادہ کریں اور تقاریر کم۔ قوم اب تقاریر سے تنگ آ چکی ہے۔ اپنی بازی سے احتیاج کریں۔ اپنی پیش رو وزارت اور ان کے متعلقین کو خواہ سرکاری اضربوں یا غیر سرکاری اشخاص تحت مشفق نہ بنائیے۔ سرکاری انہر اور عوام چڑھتے سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ پہلے ان کے ساتھ تھے اب آپ کا ساتھ دینے کے جو قانون اور ضابطہ بنائیں اس کی سب سے پہلے خود پابندی کریں۔ آپ سرکاری ملازمین اور عوام سے۔ اسی سورت میں ان کی پابندی کرائیں گے۔ اگر پتھر تو ان پر پل کر کے رکھا جائے۔ خویش پروری اور افراتواری سے بچنے غریب اور امیر کے لئے ایک ہی قانون ہونا چاہیے حق بحق دار رسید کے لئے اس اصول پر عمل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ آپ کے سامنے موجود ہے۔ آپ کے پاس جب ایک چور کی سفارش کی گئی تو فرمایا کہ اگر ظالم و فاسق ہو تو مجھے چوری کرے گی تو اس کا بھی ساتھ کاٹ دوں گا۔ وزارت میں دیندار عنصر بھی موجود ہے۔ ان میں سے بعض کو اولیاء کرام کی دانگاہی کا بھی شرف حاصل ہے ان پر خاص طور پر اسی بات کی ذمہ داری

عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ وزارت کو سیدھے ماترہ کی طرف رہنمائی کریں اگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ علیحدہ ہو جائیں ورنہ اللہ کے ہاں وہ بھی مجرم تصور ہوں گے۔

## مجلس وکلاء پاکستان

(پاکستان بار ایسوسی ایشن)

گزشتہ ہفتہ پاکستان بار ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا اور کراچی میں اس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ ماہرین قانون کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اسی لئے اس کے بلند پایہ ترقیات واپستہ کی جانے لگیں لیکن ہمیں یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ اگر کہیں مجلس شغف و گفت و برخاستہ سے آگے نہیں بڑھے۔ صدارت و نظامت کا انتخاب۔ مجلس عاملہ کا چناؤ۔ کچھ قراردادیں۔ کچھ بحث و تھیں غرضیکہ وہ کچھ ہوا جس سے ہمارا کوئی نفع نہیں اور جس سے قوم منتفع ہے۔ یعنی دستور سازی کا مسئلہ اس سے ہمارے ماہرین قانون نے علم لپیٹ کا اظہار کیا اسلامی آئین کی بات تو درگزر دستور سازی کے معاملہ کو درگزر اختیار ہی نہیں سمجھا گیا۔ اس سے زیادہ افسوسناک بات کیا ہوگی۔ کہ جب نئی دستور ساز آئین سازی کا کام شروع کرنے والی ہے ہمارے قانون پیشہ اصحاب کی نمائندہ جماعت اکٹھے لی بیٹھنے کا موقع پائے لیکن وقت کے سب سے ضروری مسئلہ کے بارے میں جو تمام ماہرین کے متعلق بھی ہے کوئی ذکر نہ ہو پچھلے دنوں غلط قانون سازی کے جو تاثر و پود عدالت عالیہ پاکستان میں بکھرے ہیں۔ وہ کیا ہمارے ان اصحاب کو خبردار نہیں کرتے کہ اب خلوص نیت سے دستور کو صحیح مشورہ دیں تاکہ بعد میں متوقع مقدم بازی کا سدباب ہو سکے۔ ہم میں ہر ایک سمجھتا ہے کہ پچھلے دنوں کوئی تعطل نے کس قدر ہمیں اظہار کی نظر میں گرا دیا۔

ان ضرورت کے پیش نظر ہم پاکستان بار ایسوسی ایشن کے ارباب اختیار و دیگر اراکین سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے فرائض منصبی کا اہمال کریں اور آئین سازی کے سلسلہ میں کچھ عوام کی ترجمانی اور دستور کے ساتھ تعاون کریں اور دیکھیں کہ دستور سازی کا کام ٹھیک طور پر ہو سکا ہے یا نہیں ہم یہ بھی عرض کریں گے۔ کہ ہمارے خواہاں دستور کے بارے میں عوام کے مطالبات سے بچر نہیں وہ جانتے ہیں کہ عوام کو صرف قرآن اور سنت پر مبنی دستور کی ضرورت ہے۔ (باقی صفحہ ۱۱)



# مجاہد اعظم شاہ اسماعیل شہید

جذ خاک پاک بالا کوٹ !

شہدہ ہر مجاہداں مدفن !

سلطنت مغلیہ کا پسرخ ٹٹھا ہاتھ اور خاندان  
مغلیہ کی عظیم الشان سلطنت ایک چھوٹی سی ریاست میں  
تبدیل ہو چکی تھی۔ جو کہ صرف دلی اداس کے گرد و نواح  
کے علاقے پر مشتمل تھی۔

تمام ہندوستان انگریزوں کے پنجہ ستر میں اسیر  
تھا۔ جو مسلمانوں کو بے راہ و بے دین بنانے کے لیے  
ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ پنجاب سکھانہ کے زور اثر  
تھا۔ وہاں مسلمانوں کی مغلوبیت و مقہوریت اور سکھوں کی  
سفائی اور ستم آرائی کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ سکھ مسلمانوں  
پر ہر قسم کا جبر و تشدد کر رہے تھے۔ لاہور کی تمام  
بڑی بڑی مساجد یا تو آلات حرب کے ذخائر میں تبدیل  
ہو چکی تھیں اور یا انھیں اصفیل بنا لیا گیا تھا۔ مسلمانوں  
پر قافیہ حیات تنگ تھا۔ انھیں شعائر اسلامی کے پورا  
کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ مساجد میں اذان دینا  
جرم قرار دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں میں شرک  
پوری طرح جاگزیں ہو چکا تھا۔ مسلمان اسلام کی روح کو چھوڑ  
کر طرح طرح کی مشرکانہ رسوم میں گرفتار ہو چکے تھے۔  
پیروں اور کٹ ملاؤں نے اپنے مفاد کی خاطر لوگوں کے  
دلوں میں طرح طرح کے نئے عقائد داخل کر دیے تھے۔  
اور اسلام کو جنت منتر اور جھاڑ پھونک کا مجموعہ بنا دیا  
تھا۔ قبر پرستی۔ اکابر پرستی اور ادھام پرستی پورے  
نورمل پر تھی۔ غرضیکہ ہندوستان شرک و بت پرستی کی  
الاشوں سے داغدار ہو چکا تھا۔ اور بدعات و عیثیات  
کے گھنائونے بانڈی بن حنیف کے بدر منبر پر چھاپے تھے  
لیکن ٹھیک اس طرح جس طرح کہ شب کی تاریکی آفتاب  
کی آمد کی خبر دیتی ہے اور گھنگھور گھٹاؤں کی ظلمت بجلی  
کی چمک اور رعد کی گونج باران رحمت کی پیغام بھرنے ہے  
بےینہ اسی طرح دنیا کی اخلاقی بربادی کسی آنے والے رجحان  
گرمی کا نشان ہوتی ہے۔ چنانچہ قدرت کے اس زبردست  
قانون کے تحت اس وقت کسی ایسے نیر اعظم کی ضرورت تھی۔  
کہ جو اپنی فدا فی کرلوں سے ان گھٹاؤں پر اندھروں کو جلاو  
میں تبدیلی کر دے اور ان تمام بے ایمانوں کو صفحہ صحتی سے  
مٹا دے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید کے حالات زندگی  
خاندان اکبر طاب زادہ کے بے دلیل ماہ ہیں۔ آپ  
اس جلیل القضا در نفع المرتبت خاندان کے فرد تھے۔ جس  
نے توحید و سنت کی مشعل سے تمام ہندوستان کو منور

کر دیا۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے تھے اور  
شاہ جہ الغنی کے لڑکے اور حضرت شاہ عبدالقادر مہر م و معشر  
قرآن اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کے بھتیجے تھے۔

آپ نہایت ہی ذہین تھے۔ آٹھ سال کی عمر  
تعلیم میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور  
پندرہ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم منقولہ و معقولہ سے  
فادح تحصیل ہو گئے اور نون تفسیر جس سے ہندوستان  
کو روشناس کرانے کا فخر آپ کے دادا کو حاصل ہے  
میں بھی کمال حاصل کر لیا۔

تکمیل علم کے بعد آپ نے اصلاح قوم  
اصلاح قوم کا بیڑا اٹھایا۔ اور مسلمانوں کو اس شرک  
و بدعت کی گھٹا ٹوپ تارکیوں سے نکالنے کے لیے جوجہد  
شروع کر دی۔ اپنی ایام میں آپ نے اپنی مشہور و معروف  
کتاب توفیق الایمان لکھی۔

اردو زبان میں توحید کی پہلی آواز ہے جس نے  
سودی ہوئی بستیوں کو جگا دیا۔ اور جس کی فدائی شاعروں  
سے مشرکوں اور گور پرستوں کی اصلاح ہوئی اداس  
کے علاوہ ہی شاہ صاحب نے متعدد کتب تصنیف کیں۔

لیکن ان تمام  
شاہ صاحب کا اصلی کارنامہ

کا اصلی کارنامہ جہاد کے عظیم الشان سبق کی تبلیغ و تعلیم تھی۔  
جس کو مسلمان امتداد زمانہ سے فراموش کر چکے تھے۔ آپ سکھوں  
کے ظلم و ستم کی داستان سن کر نہایت بے تاب ہوا کرتے  
تھے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو سکھوں کے پنجہ ستر سے  
نجات دلانے کا عزم جمیم کر لیا۔ آپ نے ہمیں بدلہ کر  
پنجاب کے مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ تاکہ وہاں کے چشم  
دید حالات معلوم کر سکیں۔ جب آپ نے مسلمانوں کی حالت  
زار کو دیکھا تو نہایت زور و شور سے جہاد کی تیاریوں میں  
منہمک ہو گئے۔ آپ نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار  
کرنے کے لئے بڑی بڑی ریاضتیں کیں۔ آپ کئی کئی  
میل لمبی موٹر لگا سکتے تھے۔ جون اند جولائی کے گرم  
ہمینوں میں مسجد پوری کے گرم فرش پر پہرہاں بیٹھتے۔  
پانی میں کئی کئی روز نہنے کی وجہ سے ایک مرتبہ آپ کا  
بدن چھلی کی طرح ہو گیا۔

آغاز عمل

جب آپ نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے پوری

طرح تیار کر لیا۔ تو آپ نے سید احمد بریلوی کے ہاتھ پرست  
کر لی اور پوری قوت سے جہاد کی تیاری میں منہمک ہو گئے  
کچھ عرصہ کے بعد جب آپ نے ایک جماعت بنالی تو وہی  
کو خیر باد کہہ کر باران جہاد روانہ ہوئے۔

آپ پنجاب کے جنوب سے ہوتے ہوئے صوبہ  
سرحد میں داخل ہوئے۔ صوبہ سرحد کے تمام گوشے بڑے  
علماء آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے جب جماعت  
کی تعداد کافی ہو گئی تو آپ نے سکھوں کے خلاف  
اعمال جہاد کر دیا۔

اس سلسلے میں آپ نے سکھوں سے کئی لڑائیاں  
لڑیں۔ جن میں سکھوں کو عبرتناک شکستوں کا سامنا  
کرنا پڑا۔

۱۸۳۱ء میں سکھوں کے مقابلے میں بالا کوٹ کے  
مقام پر ۲۲ ذی قعدہ ۱۲۴۹ھ کے روز اتنی مور کا دراز  
گرم ہوا

مجاہدین نے کثیر تعداد دشمن کے ساتھ نہایت دلیری سے  
مقابلہ کیا۔ لیکن انہیں سرحد کے چند چٹانوں کی عیاری  
مکائی نے مسلمانوں کی اس عظیم الشان تحریک کا تانہ کر دیا۔  
اور حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ شہید و شہید کا مقام  
کرنے میں شہید ہو گئے۔ اگرچہ مولانا کا اس معرکہ میں کامیابی نہیں  
ہوئی۔ تاہم انہوں نے دنیا کو سبق دے دیا کہ مسلمان  
باطل کے سامنے کبھی سرنگوں نہیں ہو سکتا۔

مولانا اسماعیل شہید کی زندگی مسلمانوں کے  
لیے مشعل راہ ہے۔ آج بھی بالا کوٹ کی سرزمین مسلمانوں  
کو ان مجاہدوں کے کارناموں کا اندازہ دلاتی ہے۔  
مجاہد کہ جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی جانوں  
تک کی بھی پروا نہ کی۔

اے فریح اللہ اسماعیل ما

شہد نہایت صبور اسماعیل ما

مہدیان خفتہ را بیدار کرت

بندگان نفس را احسار کرت

وہ ریح تیر چوں لبستا فتی

ہادی مہدیان خود را یافتی

شرک و بدعت رازیں پر کند

کشت دینی را طراوت داد

بچوں بھولن نشین را سوختی

شیر عشاقی خجہ آمد فتی

اندان وقتے کہ وہ شہد سال

سنت انداز ابر بدعت بدناں

گفت اسماعیل معبودم خدا است

پیشوائے من محمد مصطفیٰ است

کچھ مقصد لیکر آتا ہے اس دنیا میں جو تائب ہے

محرم عمل جو رہتا ہے وہ جیتے جی مر جاتا ہے



# عزمِ جوان

(از بیکار حیدر آبادی)

دَپیش ہے پھر معرکہ دار و رَسَن اور  
بھرتا ہے مرا شوقِ جنوں خیز طرارے

وہ صویرِ سراقلی میں پھوکوں گا جہاں میں  
کاتپ اٹھیں گے گردوں کے درخندہ ستارے

کھولاؤں گا اربابِ محبت کے لہو کو!  
بھردوں گا رگ و پے میں محبت کے شرارے  
دہراؤں گا یوں عظمتِ آپا کی کہانی  
پھر جائیں گے نظروں میں شجاعت کے شرارے

بھردوں گا وہ نعمات میں ہر ساز کہن میں  
جاگ اٹھیں گے خاموش محبت کے شرارے

گو نچے گا فلک نعرۂ مردانہ سے پیہم  
دُتیا کو بدل دیں گے نگاہوں کے شرارے  
جھک جائے گی قدموں پر مے فتح کی دیوی  
ہو جائیں گے پھر زیرِ تنگیں عرش کے تارے



# مجلس ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمن صاحب

آج مورخہ ۲۲ ذیقعد ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء مجلس ذکر کے بعد مجدد ملاح مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مظہر العالی نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے۔

## عجب (خود پسندی) اور اس کا علاج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہو جاتا ہے۔ جن کا قرآن حال ہو۔ ان کی صحبت میں دور ہو جاتے ہیں۔ بعض صرف صاحب تال ہوتے ہیں۔ ہر ایک صاحب حال نہیں ہوتا۔ بعض حضرات جامع ہوتے ہیں۔  
 اس سعادۂ پرور بازو نیست

تا نہ بخشد خدا نے بخشہ  
 شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی جامع ہیں۔ جب حدیث شریف کا سبق پڑھتے ہیں۔ تو بڑے بڑے عالم اور فاضل سبق میں شرکت کو اپنے لئے باعث سعادت خیال کرتے ہیں۔ حضرت مولانا عبداللہ فاروقی فرماتے ہیں کہ میں جب حج کے لئے گیا۔ تو حضرت شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں پہلے ہی موجود تھے۔ میں جب مدینہ منورہ گیا۔ تو مجھے لینے کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت کیسے تشریف لائے۔ فرماتے گئے۔ نہیں کیوں تباؤں کہ کس لئے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد فرمانے لگے "پان دان گم کر آئے ہو نہ" میں نے جب عرض کی کہ حضرت ملیگا بھی تو فرمایا "ٹان ہاں مل جائے گا" وہ ماضی کا اور یہ حال کا کشف ہے۔

کافر و مشرک تو بجائے خود رہے مسلمانوں کو بھی تعلیم قرآن کے بغیر امراض روحانی کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ بیمار ہوتے ہیں۔ مگر بیماری کا احساس نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد احساس ہوگا۔

کبر عجب۔ حسد۔ جاہ طلبی اور زر طلبی وغیرہ امراض روحانی ہیں جن کا احساس علم دین پڑھنے کے بعد بھی نہیں ہوتا جب تک کمال کی صحبت میسر نہ آئے۔ کمال کی صحبت میں امراض روحانی سے انسان

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ  
 الذین اصطفیٰ۔ اصطفیٰ۔ اصابعہ۔ عرض یہ ہے کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ جسمانی امراض ۲۔ روحانی امراض۔ امراض جسمانی کا احساس تو مؤمن و کافر۔ موحد و مشرک۔ نیک و بد اللہ کے محب اور عداوت ہر ایک کو ہوتا ہے۔ مثلاً بخار۔ درد سر۔ نزلہ زکام وغیرہ موحد و مشرک سب کو ہوتا ہے۔ لیکن روحانی امراض کا احساس ہر مسلمان کو بھی قرآن کی تعلیم اور ادبیاء کرام کی صحبت کے بغیر نہیں ہوتا۔ مدت دید تک ادبیاء کرام کی صحبت نصیب ہو تو روحانی امراض سے شفا ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واصدق نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغلاۃ والعشی۔ واصبر امر کا صیغہ ہے۔ اور الامر للوجوب عندنا (اے عند الاحناف) یہ وہ حضرات ہیں جن کی زندگی کا مقصد نہ زیبا و زینت کرنا۔ نہ ڈگریاں حاصل کرنا۔ نہ گریڈ پڑھانا۔ نہ تجارت کو فروغ دینا اور نہ زمین کا رقبہ بڑھانا ہوتا ہے۔ وہ صرف یاد الہی اور خلق خدا کی اصلاح میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں۔ یہ ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔ جو شخص صبح و شام یاد الہی کرے گا۔ وہ باقی اوقات میں بھی اس سے غافل نہ رہے گا۔ اگر گناہوں کی طرف سے میٹھا ہوگا۔ تو درمیان میں بھی ضرور میٹھا ہوگا۔ وہ یہ نہیں کرتے کہ چونکہ فلاں شخص چیف انجینیر ہے۔ اس لئے میں بھی چیف انجینیر بن جاؤں فرماتے ہیں۔ تیری آنکھوں کی ٹمٹکی اسی قسم کے اللہ والوں پر لگی رہے۔

قرآن کی صحبت میں روحانی امراض کا علم

شفایاب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے صدقے میں تیرے ساتھی مشکل آسان کر دے  
 ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے  
 آج میں عجب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں  
 عجب کو فارسی میں خود پسندی کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر کام کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھا جائے اللہ کے فضل کا نتیجہ نہ سمجھے۔ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر کسی شخص کے بیٹے پر قتل کا مقدمہ بن جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بری ہو جائے۔ تو اس کے بے دین لواحقین یہ نہیں کہتے کہ مقدمہ تو بڑا سخت تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا بری ہو گیا۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ مقدمہ تو بڑا سخت تھا۔ مگر ہم نے روپیہ پانی کی طرح بہا دیا۔ وکیل جو مقدمہ کی پیروی کے لئے کھڑا کیا گیا۔ سارے پنجاب بلکہ پاکستان میں بھی اس کا جواب نہیں ہے۔ لال پور اور لاہور کو ہم نے ایک کر دیا۔ اگر صبح لائل پور تھے۔ تو شام کو لاہور۔ اگر دن لاہور میں گزارا۔ تو رات لائل پور میں بسر کی اللہ کا نام درمیان میں کہیں جیس آیا۔ حالانکہ روپیہ جو پانی کی طرح بہا گیا تھا۔ وہ کہاں سے آیا یہ اللہ کے فضل سے ملا تھا۔ صحت جسمانی جس کی بناء پر لاہور اور لائل پور کو ایک کر دیا تھا۔ وہ بھی تو اللہ کا فضل ہے۔ عقل۔ مینائی۔ غرضیکہ جو کچھ بھی ہے۔ سب اللہ کا فضل ہے۔ ہمارا کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ ہمارا وجود بھی اپنا نہیں ہے۔  
 فضل کے معنی یہ ہیں۔ کہ ہم نے اللہ کو کچھ نہیں دیا۔ اور اس نے ہم کو سب کچھ دیا۔ اور مفت دیا۔ مندرجہ بالا مقدمہ قتل کے متعلق اللہ والے یہی کہیں گے۔ کہ مقدمہ تو بڑا سخت بن گیا تھا۔ مگر اللہ نے فضل کر دیا۔  
 میری ذاتی رائے ہے۔ کہ عجب میں ایک طرح کی شرک کی بو آتی ہے۔ اللہ کے فضل کو اپنی طرف منسوب کرنا شرک ہے۔ ارشاد ہے۔ ان یحسدوا للہ بضرب قلا کا کشف لہ الا ھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا  
 آئندہ کے لئے احباب سے عرض کرتا ہوں۔ کہ عجب سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عجب سے بچائے۔ عجب کیوں ہو؟ جب سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا درمیان میں کچھ نہیں۔ اگر میں تنخواہ ملتی ہے۔ تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ اگر زمیندار گھوڑیں داتے لائے۔ تو وہ یہی ہے کہ اسے اللہ میرا فضل ہے۔  
 عجب عمل کو کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے۔ قل ھل ننبئکم بالالاھضین اھل الا الذین ضل سعیم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً

کہ میں نے اپنے نامہ اعمال میں یہ لکھیں کہ انہیں کچھ کرنا ہے۔



# حَدِّ الْخَمْرِ

## شراب نوشی کی سزا

نہدش ہو جاتی۔ تو بہت ممکن تھا۔ کہ کچھ لوگ اسلام سے بھی منحرف ہو جاتے۔ قرآن پاک نے شراب کو تو ضرور حرام قرار دیا ہے۔ لیکن حکم خداوندی سے مدگردانی کرنے والوں کے لئے سزا تجویز نہیں کی۔ لیکن اس سلسلہ میں احادیث میں سزا مذکور ہے۔ اور ثابت ہو تا ہے۔ کہ حضور نے شراب خوری کی سزا دی۔ اب ہم تفصیل سے امتناع اور تعزیر کی نوعیت پر بحث کریں گے۔

### حرام کیسے

جو نوشہ فی قرآن نے نیت کی۔ وہ خمر ہے۔ خمر کے عربی معنی کسی کی کوئی چیز چھپا ناپا مستور رکھنا ہے۔ اور شراب کا دوسرا نام خمر اس لئے ہے کہ یہ عقل انسانی کو چھپا دیتی ہے۔ وہی مادہ سے ایک اور لفظ خیبار ہے جس کے معنی "مورت کا سر" ڈھانپا ہے۔ لغت میں خمر کا مفہوم یہ ہے کہ جو بدشگون کرتی ہے۔ جیسے "انگور کا رس" بہر حال اس لفظ کا اطلاق کسی دوسری نشہ آور شے پر بھی ہو سکتا ہے۔ جو عقل کو مستور کرے۔ اگرچہ بعض کے نزدیک خمر کے معنی صرف انگور کی شراب کے ہو سکتے ہیں۔ لیکن اکثریت اس معنی کو حد بندی کے خلاف ہے۔ اور ذیل کے دلائل پر استدلال کرتی ہے۔

(۱) اس لفظ کے آزاد معنی لینا یا دہ درست ہے کیونکہ جس وقت اس کی نہدش ہوئی بدینہ منورہ میں انگور کی خمر کا رواج نہ تھا۔ بلکہ وہاں کھجور سے شراب کشید کی جاتی تھی۔

(۲) خمر کی نہدش کا مطلب صرف انگور کی شراب کو نہد کرنا نہ تھا۔ بلکہ ہر ایسی چیز جو ذہن انسانی کو مستور کرے۔ نشہ آوری ایسی سب مشروبات میں یکساں ہے خواہ وہ کھجور، جو، انگور، یا کسی دوسرے اناج سے بنتی ہے۔ یہ بات مضحکہ خیز ہو جائے گی۔ اگر قرآن کا مطلب یہ سمجھ لیں۔ کہ یہاں صرف شراب انگور کی پابندی ہے۔ اور اس قسم کی دوسری مشروبات مسلمانانہ کے لئے جائز ہیں۔

(۳) لفظ خمر کے عام معنی ذیل کی احادیث کی بنیاد پر درست ہیں۔

(۱) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے مشہد کی شراب کے متعلق سوال ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: "نہدش اور خمر حرام ہے" (مشکوٰۃ المصابیح)

(۲) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ کے قول کی بنیاد پر فرمایا کہ امتناع شراب حکم آسمانی ہے۔ اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے انگور، کھجور، جو، اور مشہد اور شراب وہ چیز ہے جو عقل کو مستور کر لیتی ہے۔ (بخاری)

(۳) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جو کہی اس میں شراب پینا ہے اور تائب نہیں ہوتا۔ اسے اللہ جہنم میں پینے کو کچھ نہیں ملے گا (صحیح مسلم)

کہ ان کا داخلہ حبت میں ممنوع ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تین آدمیوں کے لئے عذبت حرام ہے۔ پہلا عادی شرابی دوسرا الدین کا بے ادب تیسرا وہ کسب جو اپنے خاندان میں ناپاکی رائج کرتا ہے۔ عقلی چیزوں کی ممانعت اسلام میں اپنی الگ تاریخ رکھتی ہے۔ چونکہ اہل عرب شراب خوری میں سخت متلاطم تھے۔ لہذا اس کی نہدش بتدریج عمل میں آئی اس سلسلہ میں اولین آیت سورہ بقرہ میں مذکور ہے جس کا ترجمہ ہے۔ کہ وہ آپ سے نشہ آور اشیا اور مشروبات کے کھیل کے متعلق پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے۔ کہ ان میں بہت بڑا گناہ بھی ہے۔ اور لوگوں کا ذریعہ نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے منافع سے مقابلتا بڑا ہے۔ چونکہ یہ آیت مفقود حکم امتناعی کی حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ فقط تعزیری ہے۔ لہذا اس کے نزول پر بہت سے لوگ نے خوف گناہ کی وجہ سے شراب چھوڑ دی البتہ کچھ آدمیوں نے ترک نہ کی۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ منافع بخش بھی تھی۔ اگلا حکم جو کہ باری تعالیٰ سے اس بارے میں آیا۔ وہ یہ ہے کہ اسے مومنو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔ تا وقتیکہ تم یہ سمجھ سکو۔ کہ تم کیا کر رہے ہو۔ (سورہ نساء) چونکہ مسلمانوں کو دن میں پانچ وقت نماز ادا کرنی ہوتی تھی۔ لہذا بہت سے باقی ماندہ لوگوں نے اسے ترک کر دیا۔ کیونکہ یہ ان کی نمازوں میں حائل ہوتی تھی۔ تاہم کچھ لوگ ایسے تھے جو نماز کے علاوہ اوقات میں پی لیتے تھے۔ بالآخر مکمل ممانعت اس وقت ہوئی۔ جبکہ سورہ مائدہ کی وہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جو اس مضمون کے آغاز میں مذکور ہیں۔ جوہی یہ آیات اتریں۔ بدینہ طبیعت میں ایک اعلان جاری کر دیا گیا۔ جس کی رو سے شراب کا استعمال اور فروخت ممنوع قرار دے دی گئی مسلمانوں نے فی الفور شراب کے ذخائر مدینہ کی گلیوں میں پھینک دیے۔ جن کی بدبو کئی دنوں تک سونگھی جاسکتی تھی بخاری شریف ۱ یہ شراب کی مکمل ممانعت کے تین درجات احادیث میں بین طور پر بیان کئے گئے ہیں کامل ممانعت کا بتدریج عمل میں لانا اس مسئلے کا مناسب اور قدرتی طریقہ کار تھا۔ کیونکہ لوگ اس کے ایسے خوگر ہو چکے تھے۔ کہ اگر ایک دم

قرآن پاک۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۰۔ ۹۱ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اے ایمان والو۔ شراب اور جوا۔ جھوٹے معبودوں کے نشان اور فال کے تیرنا پاک ہیں۔ اور شیطان کے کام ہیں۔ ان سے تم بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

شیطان کا اس سے محض یہ ارادہ ہے کہ شراب نوشی اور جھوٹے بازی کی بنا پر تمہیں یاد الہی اور نماز سے غافل کرے۔ پس تم ان سے احتراز کرو۔ قرآن کو ہم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ شراب نوشی اور نشہ آوری شیطان کے ہاتھ میں کھیلنے کے مصداق ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے ممنوع ہیں۔ شیطان اور اس کے پیروکار اس دھن میں رہتے ہیں کہ پیرو جواں کو شراب کے نشہ میں مدوش کر کر ان سے نہایت خطرناک جرائم کرائے جائیں۔ شراب خور جان شہرانی جذبات کو برا بھلا کرتے ہیں وہاں ہی نوع انسان میں دشمنی اور نفرت کا بیج پڑتی ہے۔ انہیں وجوہ کی بنیاد پر اسلام نے مسلمانوں کی دنیاوی اور اخروی بہبود کے لئے شراب نوشی ممنوع کر دی۔

شراب نوشیوں کو موجودہ اور آنے والے جہان میں شراب کے خونخوار نتائج سے ڈرایا گیا ہے مثلاً (۱) شراب نوشی کے دن سے چالیس روز بعد تک ان کی نمازیں شرف قبولیت حاصل نہ کر سکیں گی (مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم صفحات ۵۶۹ تا ۵۷۴ حرجہ انگریزی ۲۲) اور وہ اہل دوزخ کی بخش چیزیں ہیں گے

اس موقع پر مفسرین نے ایک حدیث بیان کی ہے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص عین سے آیا۔ اور حضورؐ سے غلہ کی شراب منصر کے متعلق پوچھا۔ جو کہ ان کی سب زمین میں پنی جاتی تھی۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا یہ نشہ آور ہے۔ عرض کیا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے جو مدوش کن مشروبات پیتے ہیں۔ عہد کر رکھا ہے کہ اس کے صلے میں انہیں "تائیل" پینے کو ملے گا۔ سوال ہوا۔ کیا رسول اللہؐ یہ "تائیل" کیا شے ہے؟ فرمایا اہل نادر کا نوش ہے۔

(۲) اور وہ باشندگان جہنم کا بخش پانی نہیں گے (حدیث مسلم)

(۳) عادی مجرموں کے بارے میں ارشاد ہے



مندرجہ بالا دو بات کی بنا پر اس بات کو  
دوٹن کے ساتھ کہا جاسکتا ہے۔ کہ قرآن پاک میں  
خمر کے معنی ہر شے کی شراب کے لئے ہیں اور  
ہر مسلمان کو بھی شراب پینا ہے۔ اس پر حد لگائی  
جاسکتی ہے۔

## دوسری نشہ آور مشروبات

چونکہ شراب نشہ آور ہونے کی وجہ سے ہی قرآن  
مجید میں حرام قرار دی گئی ہے لہذا احادیث میں ہے  
کہ ہر نشہ آور چیز ممنوع ہے۔ حضور کے متعلق روایت  
ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو شراب مدبوش کرے وہ  
حرام ہے۔ اس لئے بعض چیزیں جیسے بھنگ چرس  
اور افیون اور دوسری اس قسم کی چیزیں جو شراب  
میں شامل ہیں۔ البتہ شرح اسلامیہ میں یہ بھی ممنوع  
ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا امتناع ثانوی حیثیت رکھتا  
ہے۔ قرآن میں ان کا ذکر نہیں اور محض اتحاد  
میں ہے لہذا ایسے شخص پر جو ان اشیا کا استعمال  
کندہ ہے۔ حد نہیں لگائی جاسکتی۔ البتہ وہ دوسری  
تقریب کا مصداق ہے۔

## شراب کا کس قدر استعمال حدائد گریگا

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ لفظ خمر کے  
دو معانی لئے جاتے ہیں۔ ایک حقیقی طور پر انگور  
کی شراب کے لئے اور دوسرے ہر شراب کے لئے  
یعنی شراب نوشی کی سزا کے متعلق بھی دو مختلف آراء  
ہیں۔ اولاً یہ کہ انگور کی شراب کا ایک قطرہ بھی حرام  
ہے۔ لیکن دوسری شراب ہر شے تک گرفت نہ ہوگی جب  
تک پورا نشہ نہ ہو۔ اس رائے کا جواز یہ ہے۔ کہ  
خمر جس کے معنی انگور کی شراب کے ہیں۔ قرآن  
پاک میں بالخصوص ممنوع ہے۔ البتہ دوسری شراب  
کی حرمت قیاس پر مبنی ہے۔ لہذا ایک قطرہ پر  
حد نہیں لگائی جاسکتی۔ دوسری رائے اس کے بر  
عکس ہے۔ اس کے مطابق ہر شراب کا استعمال  
طلح نظر اس کی مقدار کے قطعاً حرام ہے۔ اکثریت  
کے نزدیک یہ نظریہ زیادہ قابل قبولیت ہے۔ کیونکہ  
جب خمر حرام ٹھہری۔ تو اس پر مقدار اور قسم کی تدبیر  
لگانا ناظرناک تاویل ہوگی۔ بقول ایک غیر مسلم کے کہ  
کسی آدمی نے دوسرا پیالہ طلب کیے بغیر شراب کا  
ایک پیالہ منہ کو نہیں لگایا لہذا اگر ہم مکمل ہو جاتا  
ہے۔ جب آدمی شراب چکھ لے یا ایک گھونٹ پی  
لے۔ اس استدلال کے علاوہ مندرجہ احادیث اس  
رائے کے حق میں مل جاتی ہیں

۱) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نشہ آور چیزیں زیادہ مقدار  
میں بھی حرام ہیں اور کم مقدار میں بھی (ترمذی -  
للدادود۔ ابن ماجہ)

(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

نے فرمایا۔ کہ جو چیز نشہ آور فرق کے برابر مقدار آٹھ  
سیر) حرام ہے۔ وہ ایک مشت بھر بھی حرام ہے۔  
جہاں شراب میں کوئی دوسرا جز ملایا جائے۔ مثلاً  
دودھ یا روغن وغیرہ۔ تو اگر شراب کا عنصر غالب  
ہوگا۔ تو حد کا اطلاق ایک قطہ کے لئے بھی لازمی ہوگا  
اور اگر دوسرے جز کا عنصر شراب پر غالب ہو۔ تو اگرچہ  
وہ آئینہ حلال تو نہ ہوگا۔ البتہ حد اس صحت میں نہیں  
لگائی جائیگی۔ جب تک مکمل نشہ ثابت نہ ہو جائے۔  
استثنائے عام :- فقہاء کے نزدیک مندرجہ  
ذیل لوگوں پر حد نہیں لگائی سکتی۔ (۱) نابالغ۔ (ب)  
جنون۔ (ج) کافر۔ خواہ وہ مسلمان حاکم کی رعیت ہو  
یا نہ ہو۔ (د) ایسا شخص جن کو بالآخر شراب پلائی گئی  
ہو۔ (۴) اُس شخص پر جو اس کو پیئے۔ لیکن اس کا  
علم نہ ہو کہ یہ شراب ہے۔ (۵) تو مسلم جو یہ علم نہ رکھتا  
ہو کہ یہ اسلام میں حرام ہے۔ البتہ ایسا تو مسلم قابل  
تقریب ہے۔ جو اس کی حدت کا علم نہ رکھتا ہو۔ البتہ اس  
کی سزائے ناواقف ہونے کا دعویٰ کرے۔

## بارشوت

شراب نوشی کا الزام دو گروہوں یا ملازم کے  
اقبال جرم سے ثابت ہو سکتا ہے۔ امام یوسفؒ کے  
نزدیک ملازم کا ایک دفعہ اقبال جرم نہیں البتہ دو  
دفعہ ملکتی ہو گا۔ سزا عائد کرنے کیلئے مضافی فقہاء کے  
نزدیک یہ امر لازمی ہے۔ کہ ملازم کو پکڑ کر قاضی کے  
پاس لایا جائے۔ جبکہ اُس کا سانس بدبودار ہو۔ اور  
وہ نشہ کی حالت میں ہو۔ گواہ کا بیان ہو۔ کہ اُس نے  
شراب پی۔ اور ملازم کا سانس اس کی تصدیق کرے۔  
امام ابو حنیفہؒ امام یوسفؒ متفق ہیں کہ اگر سانس بد  
بودار ثابت نہ ہو۔ تو الزام فسق ہو جائیگا۔ البتہ امام  
محمدؒ کی رائے یہ ہے۔ کہ بیچارہ الزام ایک ماہ تک  
ہے۔ کیونکہ سانس بدبودار وہ دوسری اشیاء سے بھی ہو  
سکتا ہے۔ اول الذکر امامین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ  
کے ایک قول پر قیاس کرتے ہیں۔ تاہم فقہائے حنفیہ  
اس صورت میں متفق ہیں۔ کہ اگر شرابی کو پکڑا جائے  
لیکن قاضی تک پہنچنے میں بدبودار مل ہو جائے۔ تو  
وہ سزائے نہیں ملے گا۔

نشہ آور کے معیار کے بارے میں بھی فقہاء کے  
نزدیک کچھ اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ  
ایک آدمی کو شرابی کہا جائیگا جبکہ وہ مرد اور عورت یا  
آسمان اور زمین میں تیز کرے۔ لیکن ان کے قاعدہ  
(امام یوسفؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک شرابی وہ ہے  
فصل بگو اس کرے۔

دوسرے معن شراب کی بدبودار رائے وغیرہ سے نشہ  
فرص نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ہر سانس کے نشہ کو  
شے کا ہو۔ یا شراب ہی زبردستی پلائی گئی ہو۔ یا پیئے  
والا شراب یا اُس کی سزائے ناواقف ہو۔ ایسی صورت  
میں شہادت یا جرم کا اقبال جرم ضروری ہے۔ شک

کی بنا پر حد نہیں لگائی جاسکتی۔ علاوہ انہیں اقبال جرم  
پریش کی حالت میں ہونا چاہیے۔ اور اگر جرم اقبال  
جرم سے منحرف ہو جائے۔ تو اُسے سزائیں دی جاسکتی  
کیونکہ شراب خوری کی سزا حقوق اللہ میں سے ہے۔

## قاضی کے فرائض

(۱) قاضی کا فرض ہے۔ کہ گواہ کے چال چین کے  
متعلق تحقیق اور تسلی کرے۔  
(۲) شاہد سے سوال کرے۔ کہ شراب کیا ہے۔ اور ملازم  
نے کس طرح پی۔ اس سوال سے بالآخر شراب پلانے کا امکان  
نہ رہے گا۔  
(۳) شراب نوشی کے جانے وقوع اور اوقات کے متعلق  
تسلی کرے تاکہ ثابت ہو جائے۔ کہ دارالاسلام میں واقع  
ہو ایسا نہیں۔ یا شراب نوشی کا سبب پُرانا تو نہیں ہو چکا

## تقریر شراب نوشی

قرآن پاک میں کوئی سزا مذکور نہیں۔ البتہ احادیث  
سے ثابت ہے۔ کہ حضورؐ نے شراب خوری کی سزا دی۔ اگرچہ  
اس کی کوئی حتمی سزا مقرر نہیں لیکن یہ سزا رجم۔ یا پاش  
زنی اور سیدنی پر شتمل تھی۔ دونوں کی انتہائی تعداد  
چالیس مقرر ہے۔

(۱) حضرت انسؓ سے روای ہے کہ حضورؐ نے شرابی کو حصا  
اور پاش سے پڑایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے چالیس دفعہ  
لگوائے۔ حضرت انسؓ کی دوسری روایت کے مطابق  
حضورؐ نے خدوں کو چالیس دھوے۔ پتھروں اور دھتکے  
سے پڑایا کرتے تھے (مشکوۃ المصابیح)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ کے پاس  
شرابی لایا گیا آپؐ نے فرمایا۔ "اے مارو۔" پہلے اُسے  
باندھ۔ جڑے لہ کپڑے سے پیٹا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ  
اُسے بھلیہ کر۔ تب پہلے اُسے کہا "تو خدا اور رسول  
سے کیوں نہیں ڈرتا؟" ہم میں سے کسی نے کہا کہ "اللہ  
تجھ پر لعنت کرے۔" رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "ایسا  
نہ کر۔ بلکہ کہو کہ اللہ تجھ کو صاف کرے اور دم کرے  
(بخاری - البدادود)

مندرجہ بالا احادیث سے ظاہر ہے کہ حضورؐ نے شراب  
نوشی کی سزا دی جس کی حد چالیس دھتکے تھی۔ یہ سزا  
حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مروی ہے۔ اور حضرت  
ناروق اعظمؓ کے ابتدائی ایام خلافت تک بھی۔ لیکن  
جب یہ بُرائی کچھ عام ہو گئی۔ تو ناروق اعظمؓ نے فقہاء  
کے مشورے کے ساتھ اسے اس قدر دھتکے تک بڑھا دیا۔  
یہ چیز صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ اور بقول امام مالکؒ  
یہ سزا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے ترمیم  
کی تھی۔

ضروری ہے کہ اس ضمن میں فقہائے عظام کی آراء سے  
بھی استفادہ کر لیا جائے۔ امام اعظمؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ  
اور امام مالکؒ نے اجماع صحابہؓ کی بنا پر بادہ خوری کی  
سزا آراء مسلمان کے لئے اس قدر دھتکے اور غلام کے لئے  
(فقہ مالکی)



# اصلاح نفس اور رفع فساد کی ایک صورت

انترجنافل الرحیل صاب قاصر پٹل - کھنارہ

اس عالم آب و گل میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کوئی چیز بلا مقصد و بے سود پیدا نہیں کی۔ ہر ایک چیز کی خلقت کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے کھانے اور پینے کے لئے پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ دوسری مخلوقات و موجودات کی طرح اس کی پیدائش کا بھی ایک مقصد ہے اور وہ ہے "اللہ تعالیٰ کی عبادت"۔

بندہ آمدانہ برائے بندگی زندگی بے بندگی بشر مندگی گو عبادت کے مفہوم کا دائرہ بہت وسیع ہے مگر ہر دست میں وہ اصطلاحی اور عام فہم معنی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہاں رہا نہ ہو تو زندگی جگہ کاٹ لے رہی ہے۔ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ "تواقل و فراقل"۔ فراقل کی ادائیگی تو دیکھنا چاہیے نہیں لیکن فعلی عبادت میں دیکھنا چاہیے ایک یقینی امر ہے۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ یہ عبادت اور اس کے نتائج کو اس طرح فساد و برباد کر دیتی ہے۔ جس طرح باغیچہ ایک ہموار پتھر پر پڑے ہوئے گروہ خیار کو۔

اس دیکھا گئی سچے کے لئے محمود حقیقی نے قیام لیل اور صوم نہا کو پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ قائم اللیل اور صائم النهار دیکھ کر بلا سے محفوظ رہ سکتا ہے اس لئے کہ ان ہر دو قسم کی عبادت کا ملو اسے خداوند علیم کے اور کسی تنفس کو علم نہیں ہوتا۔ بلکہ عبادت و معبود کے درمیان ایک پوشیدہ و پائیدار تعلق قائم رہتا ہے۔ رات کی عبادت کی اس فضیلت اور وجہ فضیلت کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں:- "میں نیند میں گزری ہوئی رات کو اس عبادت والی رات پر ترجیح دیتا ہوں جس کے بعد غرور اور تکبر پیدا ہو اور میں نیند میں گزری ہوئی رات کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ جس سے اٹھ کر مجھے ندامت آئے۔۔۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان عبادت کو ضرور کرے لیکن اپنی جہودی اور کئی عبادت پر اپنے اندر نخوت و غرور کو پیدا ہونے نہ دے۔ اس لئے کہ بڑائی اور کبریا کی شان خداوندی ہے اور اس شان خداوندی کو اپنی عصیان بھری ذات پر جیسا کہ اگر کفر نہیں تو شرک ضرور ہے یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ رب غفور نے شرک کی مغفرت کا صاف انکار کر دیا ہے۔

ہر بیماری اور ہر مرض کا علاج ہوا کرتا ہے۔ مگر

بعض اوقات حکیم دوادیتا ہے۔ مگر بیماری بدستور قائم رہتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ شفا دینے والا خدا ہے اگر چاہے تو وہ اسے شفا دے نہ چاہے تو نہ دے اسی طرح عبادت میں رہا اور تکرار کے جو اثر ہیں ماردینے کا بھی ایک علاج ہے اور وہ ہے خشیتِ رُذَّی یعنی اپنے دل میں عبادت کے دوران یا بعد یہ خطرہ رکھنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کے دربار میں اچھی سے اچھی عبادت بھی اگر مسترد ہو جائے تو شکایت کیا؟ ذاتِ قادر و قیوم کے قبضہ میں ایک طاقت ہے۔ جس کے بل بوتے پر وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ عبادت میں رُذَّی کا قدرہ عبادت گزار کے دل میں جب ہی پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی تقصیر اور غلطی کے اسکان کا اعتراف کرتے اس کے اعترافِ تقصیر کے بغیر خشیتِ رُذَّی کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔ اور اسی اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقصیر و کوتاہی کے اعتراف کا فقدان ہی تکبر و انانیت کو دعوت دیتا ہے اور انہیں کے باعث عبادت پر بے اثری اور عدم قبولیت کی مہر ثبت ہو جاتی ہے۔ عبادت کا معاملہ تو ہے ہی نازک اگر غور کیا جائے تو ہماری یہ اعمالیوں کا سبب حید اپنی غلطی کا معترف نہ ہونا ہی ہے۔ کیونکہ جہاں گناہ پر ندامت و پشیمانی کے بغیر خداوند علیم و غفور قلم غفور نہیں کھینچتا۔ وہاں اعترافِ لغزش و کوتاہی کے بغیر ندامت کا پیدا ہونا بھی ناممکن ہے۔ تقصیر و محبت اگر لعنت ہے تو اعترافِ تقصیر و احساسِ ندامت ایک نعمت اور بہت بڑی نعمت ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ دیتا ہوں کہ اپنی خطا کا رسی اور گناہ کا رسی پر توجہ نہ ہونا شیعہ انسانیت اور اعترافِ ندامت سے گریز کرنا خاصہ حیوانیت ہے۔ مگر ہمہ دانی کے مخصوص نشہ نے ہماری بصیرت کو اس قدر سلب کر دیا ہے کہ نہ تو ہم رحمانی رحمت اور نعمت کی قدر دانی کر کے اسے سینے لگاتے ہیں۔ اور نہ ہی شیطانی لعنت سے ہمارا گلہ خلاصی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو عبادت کے نام پر ہماری عمر کا عذریہ وقت یوں ہی ضائع ہوتا ہے اور دوسری طرف ہم سے ایسے ایسے گناہ صادر ہوتے رہتے ہیں۔ جس پر انسانیت بھی تادم ہو رہی ہے۔ یہ ہمہ دانی کا دھوکے ہی ایک ایسی ناپاک برکاد ہے جو اعترافِ تقصیر و ندامت و پشیمانی اور سب سے بڑھ کر عبادت میں خشیتِ رُذَّی کے انسانی جوہر سے ہمیں محروم کر دیتی

ہے۔ ہمہ دانی کا دعویٰ رکھنا ہمارے بے بصیرت ہونے کا یقین ثبوت ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو صرف خداوند علیم و بخیر کی شان کے شایان ہے۔ ہماری تو بساط ہی کیا ہے اللہ و علیم السلام تک کو بھی ہمہ دانی کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر صاحبِ علم کو یاد ہو جو علم کے اپنی کم علمی کا احساں ہونے لگتا ہے۔ اس کی نظر حقیقت بین نظر ہر جانی ہے۔ جس سے وہ اپنے ایک ایک عیب اور نقص کو دیکھ سکتا ہے اور وہ ایک ایسے حقیقت شناس دماغ کا مالک بن جاتا ہے۔ جو اسے اس کی تمام خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے میں صحیح راستہ بتلاتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ اس کے دل و دماغ۔ تن اور بدن میں وہ صاب مادہ بھرتا اٹھتا ہے جو قبولِ حق کی تمام قوتوں کو بیدار کر کے انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ اگر کوئی دشمن بھی اس کے عیوب اور کوتاہیوں پر اشارہ کرے تو وہ اس دشمن کو بھی سر آنکھوں پر اٹھانے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے تمام کمزوریوں پر اٹھی ہوئی آنکھوں کو پونے پر بھروسہ ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ایسا ہر اشارہ اسے ہدایت کا فورہ دکھائی دینے لگتا ہے۔

اس کے برعکس ہمہ دانی کے نشہ میں سر پھریے قسم کا انسان ایسا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی پستی و برتری غلطی بھی رانی برآمد نظر آتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انانیت اور خود ستائی کا بھوت اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک ایسی خیالی بلندی پر پہنچاتا ہے۔ جہاں سے اسے بڑے بڑے گناہ بھی نکلنے سے کم پایہ نظر آتے ہیں۔ وہ ہم "چوہا دیکھنے کیست" کے نشہ میں ہمیشہ مست رہتا ہے۔

پھر بات یہاں یہی ختم نہیں ہو جاتی۔ اگر کامِ مسلم کا اس قسم کے لوگوں کے لوگوں کو کوئی پاس نہیں ہوتا۔ بات بات پر بیباکی ان کی عادت بن جاتی ہے کسی کی پگڑی اچھالنے میں وہ ہڑاؤاں ہے کہ باید و شاید۔ ایسے لوگ اپنے عیوب و غیبتوں میں دبا اور پھیل جاتے ہیں۔ مگر اپنی شاذ خوبی کو بھی چمکانے میں کوشاں رہتے ہیں اور دوسروں کی عیب جوئی پر اگر کرمور و عذاب بن جاتے ہیں۔ حالانکہ اصلاحِ نفس کے باب میں ہم سب پر لازم ہے کہ بجائے دوسروں کی عیب جوئی کے ہم اپنے ایک ایک عیب کو قرآن و سنت کی روشنی میں تلاش کریں۔ ہر گزہ کہ اپنے سے بہتر جانیں۔ اور اگر اتفاق سے اس کی کوئی کمزوری ہم پر ظاہر ہو جائے تو اپنی انسانی اور اسلامی برادری و ہمدردی کا یقین دلا کر اس کی تلافی کریں۔ اگر ایسا ہونے لگا تو بدکرداروں اور نیک شعاہ کو ایک دوسرے سے قریب ہونے کا موقع ملے گا۔ نفرت دور ہو جائے گی۔ محبت اور باہمی اتحاد کا جذبہ بیدار ہو گا۔ صاحبین کا اثر بدکاروں پر پڑے گا۔ اور اس طرزِ عمل سے تبلیغِ دین اور اصلاحِ عام کا کام خود بخود اور کامیابی سے چلتا ہو گا۔







# حضرت عمر بن عبد العزیز

( از جناب میاں غلام رسول صاحب امین آبادی )

پر راضی ہو کر تم اذراع و اقسام کے کھانے کھاؤ اور تمہارا باپ جہنم میں جائے؟ یہ سن کر وہ بھی سوچیں۔ اُس وقت جبکہ وہ روئے زمین کی سب سے بڑی سلطنت کے حکمران تھے۔ اُن کا حال یہ تھا کہ دو وقت کھانے کا حساب دو درہم یومیہ سے زیادہ نہ تھا۔

## عدل و انصاف۔ آپ کے مبارک عہد میں

ظلم و فساد مٹ گیا۔ زمین عدل و انصاف سے بھر گئی۔ چنانچہ انسان تو انسان۔ جنگل کے وحش و درند تک میں اس کی برکات ظاہر ہو رہی تھیں۔ جنگل میں بھڑوں بکریوں کے ریڑھ میں بھیڑیے چلتے پھرتے تھے۔ لیکن انہیں ایذا نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بھیڑ یا ایک بکری ریڑھ میں سے اٹھ اٹھ گئی۔ تو چر دیا جلا گیا۔ ”معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلیفہ عادل وقت ہو گئے ہیں؟“ اُس وقت واقعی حضرت عمر بن عبد العزیز انتقال فرما چکے تھے۔

## اقامت دین۔ آپ کی خلافت میں یہ حال

تھا۔ کہ لوگ بڑی بڑی زمینیں زکوٰۃ کی لے کر آتے تھے۔ مگر لینے والا کوئی نہیں تھا۔ سب مسلمان غنی ہو گئے۔ اور کوئی زکوٰۃ کا مستحق نہ رہا۔ آپ کے زمانہ میں لاف و طعانت کا ذکر و مذاکرہ گفتگو اور مجلسوں کا مروجہ بن گئے تھے۔ جہاں چار آدمی جمع ہوتے۔ تو ایک دوسرے سے بڑے چھتے کہ رات کو تمہارا کیا پڑھنے کا معمول ہے۔ قرآن کتنا یاد ہے۔ کب قرآن ختم کرو گے۔ بیٹے میں کتنے روزے رکھتے ہو۔

طبقات ابن سعد میں ایک واقعہ درج ہے۔ کہ آپ نے اپنے ایک صاحب زادے کو تعلیم کی خاطر ایک مکتب میں ایک استاد کے سپرد کیا ساتھ ہی عام لڑائی کے تحت کچھ خفیہ نويس مقرر کر دیے ایک دن آپ کے پاس رپورٹ پہنچی کہ آج آپ کے صاحب زادے جماعت میں شغل ہونے کے سبب عصر کی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے۔ آپ نے اُستاد کے پاس رقم بھیجا اور اُس میں لکھا۔ کہ ”عصر کی نماز کی شریعت میں کس قدر تاکید اور اہمیت ہے۔ میرے لڑکے جماعت سے عصر کی نماز ادا نہیں کی۔ لہذا سزا دینا مجھ پر واجب ہے۔ آپ میری طوط سے نیا بٹہ اس فرض کو انجام دیں۔ میں یہ فزہ آپ کے پاس بھیجا ہوں۔ آپ اس لڑکے کو اُس وقت تک مارتے رہیں۔ جب تک یہ فزہ ریزہ ریزہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

## وفات۔۔۔ رجب سنہ چہری میں امیر خاندان

کے بعض لوگوں نے آپ کے غلام کو ایک نر اور اشرفی دے کر آپ کو زہر دلادیا۔ آپ کو اس کا علم ہوا۔ تو غلام کو اپنے پاس بلایا۔ اُس سے رشوت کی اشرفی لے کر بیت المال بھیجوا دیں۔ اور فرمایا ”ملاؤ میں تمیں اللہ کے لئے معاف اور آزاد کرنا ہوں۔“ پورا بچہ لپٹ لپٹ کر گویا اور فرمایا۔ ”میرے عزیز چچا! وہ باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی

نفاست پسندی کا یہ حال تھا۔ کہ جس کپڑے کو ایک باد پہنچے۔ وہ دوبارہ جسم پر نظر نہ آتا۔ چار چار سو روپے قیمت کا کپڑا حاضر کیا جاتا تھا۔ مگر آپ اُسے خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ سوائے طبیعت کی سلامتی۔ حتیٰ پسندی اور فطری نیک مزاجی کے اُن میں کوئی ایسی علامت نہ تھی۔ جس سے ثابت ہوتا۔ کہ وہ تاریخ اسلام میں اتنا اہم کام انجام دینے والے ہیں۔ لیکن ان کی ذات سرتاپا اسلام کا اعجاز ثابت ہوئی۔

## خلافت کے بعد۔۔۔ تہی عمر بن عبد العزیز

جو چار چار سو روپے کی چادر کو خاطر میں نہ لیتے تھے خلافت کے بعد دیکھا گیا۔ کہ چند درہم کی ایک کھڑی سی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ کیسی ملائم چادر ہے۔ ولید ابن عبد الملک کے ذہب اعظم رخصت جیو کا بیان ہے۔ کہ ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ خوش لباس۔ معطر اور خوش خرام شخص عمر بن عبد العزیز تھے۔ لیکن جس دن خلیفہ بنائے گئے۔ آپ نے ساری جاگیریں اصل مالکوں کو واپس کر دیں۔ اور تمام سامان۔ عیالات۔ لہجہ غلام اور سواریاں سب کچھ بیچ کر قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔ بیت المال کے شنگ کو سونگھنا بھی گوارا نہ تھا۔ آپ کے پاس لباس کا صرف ایک جوڑا رہتا تھا۔ جب میلا ہو جاتا۔ اُس کو دھو کر پہن لیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک صاحب زادے نے کپڑے مانگے۔ فرمایا ”میرے کپڑے خیابن رباح کے پاس ہیں۔“ خلیفہ اسلام کا صاحب زادہ خوشی خوشی خیابن رباح کے پاس آیا۔ تو اُنہوں نے صرف ایک کھد کا کر تہ نکال کر اُس کے حوالے کر دیا۔ وہ مالک میں ہر کر دوبارہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا ”اے بیٹا! میرے پاس تو بس یہی کچھ ہے۔ اگر تمہیں پسند آئے۔ تو اپنی تھوڑی سی ایک سو درہم پیشگی لے لو۔ رقم دے دی۔ مگر جب تمہارا کا وقت آیا۔ تو کاٹ لی۔

## ایک مرتبہ آپ کے ایک ملازم نے آپ کی بیوی

فاطمہ سے کہا۔ ”موز روزیدہ دال روٹی ہم سے نہیں کھائی جاتی۔“ اُنہوں نے جواب دیا۔ ”میں کیا کر سکتی ہوں امیر المومنین کی روزانہ غذا یہی ہے۔ اور اس کو بھی وہ پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔“

ایک مرتبہ اپنی بچوں سے ملنے گئے۔ تو دیکھا جو بچی آپ سے بات کرتی ہے۔ منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہے۔ سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ کہ بچوں نے کج صورت وال اور پیاز کھا لی ہے۔ رو کر فرمایا۔ ”کیا تم اس بات

## پس منظر۔۔۔ اپنے عہد خلافت میں حضرت

عمر فاروق نے منادی کر رکھی تھی۔ کہ فزہ میں پانی نہ ملایا جائے۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اہالیان مدینہ کا اس پر عمل یا رو عمل معلوم کرنے کے لئے رات کو گشت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک رات گشت کے دوران میں آپ نے ایک عورت کی آواز سنی۔ جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی۔ ”بیٹی! صبح ہو رہی ہے۔ فزہ میں پانی ملا دے۔“ لڑکی نے جواب دیا۔ ”اماں! آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے اس کی ممانعت کر رکھی ہے؟“ عورت نے کہا۔ ”امیر المومنین اس وقت کہاں ہیں۔ اُن کو کیا خبر؟“ لڑکی نے جواب دیا۔ ”اگر امیر المومنین کو خبر نہیں تو خدا تو دیکھ رہا ہے۔“ حضرت عمر فاروق نے اُس گھر کو نظر میں رکھ لیا۔ اور واپس آکر اپنے بیٹے خاسم سے کہا کہ ”تم اس لڑکی کو پیام دو۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بطن سے ایک ایسا جو افراد پیدا ہو گا جو سارے عرب پر حکومت کرے گا۔“ چنانچہ خاسم نے اس سے نکاح کر لیا۔ عمر بن عبد العزیز اُسی کے ذرا سے ہیں۔

## آپ کی والدہ حضرت عمر فاروق کی پوتی ہیں۔ اگرچہ

آپ کی خلافت کا زمانہ خاندان بنو امیہ کی حکومت کا زمانہ ہے۔ لیکن خبر و برکت کے لحاظ سے بجا طور پر آپ کا نام خلفائے راشدین میں شمار ہوتا ہے۔ اور بعض اصحاب کے لحاظ سے آپ کو عمر ثانی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اپنے اڑھائی سالہ دور خلافت میں آپ نے خلافت فاروقی کی یاد تازہ کر دی۔

## پیدائش و حالات۔ آپ سنہ چہری

میں پیدا ہوئے۔ خلیفہ سلیمان اور ولید ابن عبد الملک کے چچے بھائی تھے۔ ولید کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ اُن کی جوانی اور عداوت کو اُن کی خلافت کے بعد کی زندگی سے کوئی مناسبت نہیں۔ وہ ایک صاحب ذوق۔ امیر از مزاج اور تفصیل طبع نوجوان تھے۔ جس رات سے گزرتے دیر تک اُس کی صبح بتلاقی تھی۔ کہ ادھر سے عمر گزرے ہیں۔ ان کی چال مشہور اور نوجوانوں کا فیشن تھی۔ لباس اور عطریات کے بے حد متوجہ تھے۔ جب آپ مدینہ کے گورنر بنائے گئے۔ تو اُس وقت اُن کا ذاتی سازد سامان اس قدر جریح اور طویل تھا کہ صرف اُسی سے پورے تیس اونٹ لا کر مدینہ منورہ لائے گئے



- بہترین کام ادا العزمی کے کام ہیں۔
- شہیدوں کی موت موت کی سب قسموں سے بزرگ

ثمرے۔



# زمرہ حیاتِ ستار

(از جناب صوفی عبد المجید صاحب سروش سنٹرل ماڈل سکول لاہور)

پُرخم گرمی لطف کے چاٹے  
جس پر بیٹے کچھ وہ سمجھے  
اشکِ جنوں ہی شاید آخر  
عقل نے ڈالے راز پر پردے  
قدرت نے اک بزمِ سجائی  
دلکش زریبا، جان کی لیوا  
بوئے وفا سے رنگِ بقا سے  
انساں، انساں، حیواں، حیواں  
جہانک کے دیکھو مینہ کا منظر  
دیکھ رہے ہیں جن و ملائک  
جن کا ڈسا پانی بھی نہ مانگے  
خوفِ خدا ہے بلجاءِ منجا  
فرزاتو دیوانگی سے لکھوا

راس نہ آئے کچھ بھی ہمارے  
دوسرے جانیں کیا پیارے  
اہلِ غرور کے کام سنوارے  
عشق نے لیکن بھاٹے سارے  
روشن جس میں چاند ستارے  
وُنیسا جس کا نام ہے پیارے  
پھولِ چین کے خالی سارے  
پھرتے ہیں سب مارے مارے  
اشکوں کے بہتے ہیں دھارے  
انساں ہیں انسان کے مارے  
ہیں احباب ایسے بھی ہمارے  
ختم ہیں جس پر سارے سہارے  
کر لو مصحفِ دل کے پارے

جانِ سروشِ محزون نکلی!

ہو گئی مشکل آساں باکے



## بقیہ حضرت عمرؓ کی آخر زندگی

(۱) ہاجرہ و انصار کی خدمات و مرتبہ کا لحاظ رکھے اور ان کی حق تعالیٰ نہ ہونے دے۔ ان میں جو کو کبار ہوں، ان کو نوازے اور جو خطا کار ہوں ان کو معاف کرے۔

(۲) رعایا کو خوش و خرم رکھے کہ اپنی پر حکومت کی آمدنی کا انحصار ہے اور وہ حکومت کے وفادار ہو چکے ہیں۔

(۳) جب کسی دشمن ملک سے مال غنیمت آئے، تو مساد یا نہ تقسیم کرے۔

(۴) ذمی لوگوں کے ساتھ نرمی اور انصاف کا برتاؤ کرے۔ کوئی زیادتی ان پر نہ ہونے دے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کچھ وصول نہ کرے اور جو عہد ان سے کئے گئے ہیں ایسا ہی کرے ان کی پابندی کرے، کہ وہ خدا اور رسول کی امان میں آچکے ہیں۔

(۵) عربوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آئے کہ وہ اسلام کے ہنر اور بزرگ ہیں اور جو زکوٰۃ ان پر واجب ہو بغیر کسی نظم کے وصول کرے اور اس کو غریب عربوں پر انصاف کے ساتھ تقسیم کرے۔

یہ کہہ کر اپنے آپ کے عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:-  
”بیٹے میرا سر تکلیف ہے اٹھا کہ زمین پر رکھو۔ شاید خدا احمد پر ترس کھا کر رحم فرمائے۔“

پھر کہا:-  
عائشہؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ مجھ کو رسول اللہ اور ابوبکرؓ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت مرحمت کریں، اگر اجازت مل جائے تو فوراً وہاں مسلمانوں کے قبرستان میں داب دو۔

عبداللہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور اجازت طلب کی حضرت عائشہؓ نے کہا:-

امیر المومنین سے میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو میرے والد کے پہلو میں رکھا گیا ہے اور ایک قبر سے زیادہ وسعت نہیں رکھتا، میں نے اپنے لیے رکھا تھا، مگر میں آپ پر قربان کرتی ہوں۔

عبداللہ نے جا کر حضرت عائشہؓ کا یہ پیام سنایا تو حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے۔ چار شنبہ کے دن بعد نماز مغرب مطابق ۲۶ رجب المرجب ۳۳ھ کو انہوں نے وفات پائی۔ علمائے تاریخ نے کہا اس وقت ان کی عمر بیسٹھ سال تھی۔

علمائے تاریخ نے یہ بھی کہا کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو پہلے سے کا کام ان کے غلام افصح کے سپرد کیا افصح نے غسل دیا، منوط لگایا اور کفن پہنا کر تختہ پر لٹایا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:-

# اکل حلال کی اہمیت

(از جناب قادی محمد ابراہیم صاحب مسجد لائٹ سبجان خاں لاہور)

اتفاقہ بھی ترش نکلا۔ پھر مالک جھٹلا کر پولا۔ شیریں کیوں نہیں لاتے۔ ابراہیم ادھر سے کہاں شیریں کھا چکی تھی۔ مجھے کیا معلوم کہ شیریں کونسا ہے اور ترش کونسا میں باغ کے میوہ کی نگہبانی پر نوکر ہوں نہ کہ ان کو کھانے پر۔ مالک نے از روئے طعن کہا۔ کہ آپ بدلت سے باغیانی کرتے ہیں۔ اور ابھی تک پیٹھے کھٹے کھا بھی پتہ نہیں کیا آپ ابراہیم ادھر ہیں جس کو اپنی دیانتداری اور پرہیزگاری پر ناز ہے۔ یہ سنتے ہی نوکر ہی چھوڑ دی۔ اور باغ کی کچی مالک کے حوالہ کر کے رخصت ہو گئے۔ مالک فدا جان گیا کہ یہی ابراہیم ادھر ہیں۔ پھر ہر چند اس نے معذرت اور خوشامد کی۔ لیکن آپ نے دوبارہ ملازمت قبول کر لے سے انکار کر دیا اور فرمایا پہلے تو مزدوری تھی بعد بزرگی ہے۔ میں محنت کی کمائی کھاتا ہوں۔ تقویٰ اور طہارت نہیں چیتا۔ وہاں سے ملک شام چلے گئے وہاں شفیق بلخی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مزاج پر سی کی تو عرض کی کہ کیا کہوں اکل حلال کی تلاش میں شہروں جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرا ہوں۔ کہیں میسر نہیں آیا۔

## بقیہ حلال لکھنؤ (۱۵۵۵)

چالیس جہ مقرر کیے۔ البتہ امام شافعی نے آزاد کے لئے چالیس دوتوں اور غلام کے لئے بیس دوتوں پر اکتفا کی ہے۔ ہر حال یہ چیز واضح ہے۔ کہ حد اکثریت کے نزدیک اسی دتے ہیں۔ اور ہم اسے عادی مجرموں کے لئے یا شراب پی کر امن عامر میں غفل ڈالتے والوں کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

سزا کا اجرا۔ بیڈنی کے موقع پر مذکورہ ذیل باتیں ملحوظ رہنی چاہئیں:-

(۱) مجرم کو نشہ کی حالت میں نہیں بلکہ بقائمی ہوش و حواس مزاج میں چاہئے۔

(۲) مجرم کو بید برہنہ حالت میں لگائے جائیں جیسا کہ لڑائی کے لئے طریقہ مقرر ہے۔ البتہ سر۔ چہرہ اور عورتوں کے حصہ سزا سے مستثنیٰ ہیں۔

ثانی الذکر طریقہ سے امام محمدؒ اور امام شافعیؒ متفق نہیں ہیں۔ وہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ چونکہ شریعت میں سزا کا کوئی خاص قاعدہ مذکور نہیں ہے۔ لہذا ہم روی کا نفاذ ہے کہ کپڑوں سمیت سزا دی جائے۔ ان کے پیش نظر اصلاحی پہلو بھی ہے۔ وہ یہ طریقہ مقرر کرتے ہیں:-

(۱) مجرم کے دست و پا باندھے نہ جائیں اور نہ کپڑے اتارے جائیں۔

(۲) دتے جلد جلد بیک وقت لگائے جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عابد اس قدر عبادت کرے کہ اس کی پیٹھ گوشت کمان کی مانند جھک جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ وہ تیر کی مانند لاغر ہو جائے۔ اللہ کی قسم ہے اس کی عبادت اور مشقت اس کو نفع نہ دے گی۔ جب تک کہ وہ اکل حلال اور صدق مقال بطور پیشہ اختیار نہ کرے گا۔

ابراہیم ادھر رحمۃ اللہ علیہ نے جب خدا کی محبت کا مزا پایا۔ تو اکل حلال کو جی لچایا۔ دختا و بنوی لذات اور حکومت سے دل گھرایا۔ اس لیے حب دنیا اور سلطنت کو چھوڑ کر خیال کیا کہ خراساں میں مکمل حلال میسر نہ ہوگا۔ ملک عراق چلے گئے۔ ہر جگہ تلاش کیا مگر اکل حلال کہیں نہ ملا۔ بالآخر ملک طریس میں پہنچے۔ وہاں پر باغبانی کی نوکری کرنی۔ دس دم ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی۔ ایک دن مالک نے باغ میں آکر شیریں مارا طلب کیا۔ حضرت ابراہیم ایک انار لٹا لائے۔ وہ ترش نکلا۔ مالک نے کہا ہم تو شیریں طلب کیا تھا۔ یہ ترش ہے۔ آپ دوسرا انار لے آئے جو خوش رنگ تھا آپ شیریں سمجھ کر لے آئے لیکن

”لوگو! یہ میں عمر بن خطاب جو دنیا چھوڑ گئے اور خدا کی رحمت سے مل گئے۔ محمدؐ کی امت کے ایک رکن عظیم تھے۔ حق و باطل میں فرق کرتے تھے کسی کی ملامت ان کو راہ حق پر چلنے سے باز نہ رکھتی تھی۔ مومنوں پر جہر کرتے تھے، مسلمانوں پر شفیق، کافروں کے ساتھ سخت دشمنی، یتیموں اور یتیم خانوں کی پناہ تھے۔ خود نہ کھاتے، مگر بھوکوں کو کھلاتے، خود نہ پہنتے مگر ننگوں کو پہناتے، دنیا میں رہے مگر دل نہ لگایا، خدا کے احکامات نافذ کرنے میں کوتاہی نہ کرتے تھے جو کہتے کہ ڈالتے، گویا خدا نے ان پر کوئی فرشتہ مامور کر دیا ہو جو ان کو صحیح کام کرنے اور حق بات کہنے پر ناہم رکھتا تھا، ان پر خدا کی رحمت ہو۔ یہ کہہ کر افصح نے صہیب سے کہا:-

اے نبی نماز جنازہ پڑھا ہے۔ عمرؓ نے نماز پڑھانے کی آپ کو ہدایت کی ہے۔ صہیب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ کا تالوت رسول اللہؐ کے مزار کی طرف اٹھالے چلے۔ مدینہ کے سب لوگ جنازہ دیکھ کر روتے تھے، ہر طرف سے رونے کی آوازیں اٹھ رہی تھیں، لوگ بے انتہا غمگین تھے۔

بقیہ حلال لکھنؤ (۱۵۵۵) دیکھو کہ مالک کتنا لادری ہے۔ البتہ ضروری کیسے مثلاً دیکھو یا اور کون سی حدیث سے ثابت نہیں کہ سزا ہر حال میں ملانی چاہئے۔ لہذا امام محمدؒ کا مسلک کافی



# سفر نامہ مقامات مقدسہ

(۳)  
بغداد امین

از جناب خاں عبدالحمید خاں صاحب آف فیروز سنٹر لاہور  
اس سے چھپا چھوٹے۔ اتنے میں ایک الغریہ خواہ مخواہ  
مرد معتبر جہہ وقتہ پہنچے آئے۔ اور ان دنوں زواروں  
کو ہم زندہ لاشوں سے چٹے ہوئے دیکھ کر جوہ سے دریا  
کیا کہ میں کون ہوں میں نے کہا سستی۔ یہ سنتے ہی دنگلے  
منتکثر شیعہ مزدور بڑھ اٹا اور ہم کو آنکھیں دکھانا جتنا نفور  
ہو گیا۔  
اب یہ سنی مزدور امراد کرنے لگا کہ میں آپ کو سلام پڑھاؤں  
میں نے عرض کیا۔ حضرت خدا کے لیے ہم سے کچھ نہ  
خاصے پر بیٹھ جائیے۔ اور ہمیں اطمینان سے فائدہ پہنچے  
دیجئے۔ میں آپ کا ہدیہ دیئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اس پر  
قدرے چپن آیا۔ لیکن ہمارے پڑھتے ہوئے بھی یہ بڑا  
خدا کی مرتبہ اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے تھے  
اور اپنا کارڈ دیا۔ جس پر لکھا تھا۔ محمد عبداللطیف شیعہ  
زادہ دیکھ اہل سنت والجماعت نجف (عراق)  
شیعہ مستورات ہی نہیں بلکہ مرد بھی اس طرح بلند  
آواز سے روتے اور جھلاتے تھے جیسے کسی بڑے دنیا دار  
گھرانے سے جنازہ اٹھ رہا ہو۔ بعض سلام پڑھنے والے  
مزدور بھی بین کر گئے اپنے زائرین کو روتا رہے تھے لیکن ان  
کی اپنی آنکھوں میں ایک آنسو بھی نہیں دیکھا گیا۔ ہمارے اپنے  
ملک میں آج سے بہت پہلے اگر کسی مہندہ کے موت ہو  
جاتی تھی تو ناہن میں کہا کرتی تھی اور ہندو عورتیں ایک قطار  
میں کھڑی ہو کر سیاہ کیا کرتی تھیں اور اس کی ناہن کو اوج  
دی جاتی تھی تقریباً یہی کیفیت یہاں نظر آئی۔ دو آدمی  
ایسے بھی دیکھے جو شہداء کی قبور کی جالی کے ساتھ ٹوبے  
کے ٹکڑوں سے جکڑے بڑے تھے۔ قریب ہی حضرت  
عباسؑ کا روضہ ہے۔ حضرت فاطمہؑ بھی اسی قبہ میں مدفون  
ہیں۔ اسی عمارت کے ایک کونے میں وہ جگہ دکھائی گئی  
جہاں حضرت سید شہداء نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔  
حضرت امام حسینؑ کی بے بسی جرات اور اعلائے  
کلمۃ الحق کے لیے آپ کی جانب پاری کو دیکھ کر دل چاہتا  
تھا کہ اطمینان اور سکون سے ایک کونے میں بیٹھ کر اہل  
بیت کے بے نظیر صبر و شکر اور استقامت کو سامنے  
رکھ کر خود پر ایک رقت طاری کر دوں لیکن انسو میں اس  
شور و شغب میں یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ صبح  
۱۱ بجے بسا آرزو نہ خاک شد  
تین چار میل کے فاصلے پر حضرت حرم ربیعہ کا مزار  
ہے۔ یہ وہی حرم ہے۔ کہ یزیدی فوج کے افسر تھے مگر جب

جب ہم موٹر سے اترے تو دو زواروں نے ہمیں  
نکیرین کی طرح گھیر لیا۔ اگرچہ ہم نے انتہائی بے رنجی اور  
بے توجہی کا مظاہرہ کیا۔ لیکن وہ بھلا کہاں چھوڑنے  
والے تھے۔ ان میں ایک دائرہ منظر مشہور شیعہ شاعر  
جو ہم سے بات کرتے وقت اکثر تھکانہ بھیجے بھی اختیار  
کر لیتا تھا۔ دوسرا جس کی چھوٹی سی دائرہ منظر تھی وہ ہم سے  
بہت پوچھ رہا تھا آپ شیعہ ہیں یا سنی۔ اسی وقت وہ میں  
ہم مزار کے اندر چلے گئے۔ اور دونوں نے اپنی اپنی  
طرف متوجہ کر کے سلام پڑھوانے کی کوشش کی اور  
ساتھ ہی ساتھ یہ رٹ بھی لگا رہے تھے کہ آپ شیعہ ہیں  
یا سنی ہیں۔ دائرہ منظر نے عاجزانہ انداز میں کہہ رہا  
تھا کہ یہ شیعہ ہے اور بڑا بدعاش ہے۔ میں یہاں کیلا  
سستی ہوں۔ اور سنی زائرین کی خدمت کرتا ہوں۔ آپ  
میرے مکان پر چلے آپ سنی ہیں تو اسے تباہی پہنچاؤں گا

حضرت امام حسینؑ نے یزیدی لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا  
کہ اے اہل کوفہ تم نے مجھے دھوکہ دے کر یہاں بلایا۔  
اور اب تم میری ہلاکت کے درپے ہو۔ تم نے میرے  
نانا کا یہ قول سنا ہو گا کہ حسین جنت کے جواہر کا مہر  
ہے جس گلے پر رسول خدا پیار سے بوسے دیا کرتے تھے  
تم آج اسی پر ظلم و ستم کا خنجر چلانے پر تلے ہوئے ہو؟  
حضرت امام حسینؑ کے یہ الفاظ سن کر حضرت محمد یزیدی فوج  
سے نکل کر حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں چلے  
گئے اور ان کی حیات میں لڑنے ہوئے شہید ہو گئے۔  
کہ بلا معنی سے کوئی ایک سو

نجف اشرف  
اشرف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا روضہ مبارک ہے۔  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کے والد حضرت ابوطالب  
نے حضرت عبدالعطلاب کی وفات کے بعد اپنے اس یتیم  
بھتیجے کی پرورش کی۔ اور ہر معاملے میں آپ کی مدد کی۔  
حضرت علیؑ نے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول  
کیا۔ جوان ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
اپنی بیاری بیٹی حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی شادی آپ سے  
کر دی۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ علیہما السلام ان  
کے بزرگوار فرزند تھے۔ آپ چوتھے خلیفہ اسلام ہوئے  
اور مدینہ کی جگہ آپ نے کوفہ کو دارالحکومت مقرر کیا۔  
آخر الامراء رمضان کو صبح کے وقت ایک خارجی ابن بجم  
نے خنجر مار کر شہید کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار کے گنبد اور مینار  
کو بلا معنی کی طرح سونے اور چاندی کے بتوں سے  
جڑے ہوئے ہیں۔ اندر تمام چینی کی گلدازی اور آئینہ  
بندی سے آراستہ ہے۔ اور سونے چاندی کی تندلیں  
لٹک رہی ہیں مزار کے گرد گرد چاندی کی جالی ہے۔

حضرت ہود اور صالح  
حضرت صالح علیہ السلام کے مزارات ہیں۔ دروازے پر  
ایک اونٹنی کی تصویر ہے جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی  
ہے۔ لاجل وفاقۃ الا بالہ۔

حضرت ہود حضرت نوحؑ کے بعد قوم عاد کے  
لیے پیغمبر مبعوث ہو کر تشریف لائے۔ یہ لوگ بڑے غر  
و قدامت کے تھے۔ فن تعمیر میں ان کا جواب نہ تھا۔ کھیتی  
باڑی کے فن سے خوب واقف تھے۔ اسی فارغ ابالی  
خوش الحالی اور قوت و طاقت کے گھڑنے انہیں تیرے  
باغی کر دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی اس قوم کو بت  
پرستی اور بڑے کاموں سے منع کیا۔ اور انھیں خدا  
کے عذاب سے ڈرایا۔ مگر اس سرکش قوم پر حضرت ہودؑ  
کی وعظ و نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا تو آخر میں خداوندی  
جوش میں آئی۔ ہتداء میں آسمان پر ایک بادل ہودا رہا  
جس نے ہود میں ایک خوفناک آندھی کی



صورت اختیار کر لی۔ جو سات گھنٹہ تک متواتر چلتی رہی۔ اور قوم عاد کے تمام سرکش لوگ موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

قوم عاد کی تباہی اور بربادی کے بعد جو لوگ بچے رہے۔ وہ وادی قریٰ میں آباد ہو گئے۔ یہ قوم عازانہ کہلاتی ہے جس نے بعد میں اپنے کسی بزرگ کے نام پر خود رکھ لیا۔ جب اس قوم میں بت پرستی۔ بدکرداری اور فسق و فجور بڑھ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق اس قوم کی طرف حضرت صالحؑ کو اپنا نبی بنا کر بھیجا۔ آپ نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی۔ اور خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ اس کے جواب میں آپ کی قوم نے کہا کہ اے صالح اگر ہماری قوت، شوکت و دولت کی فراوانی۔ کھیتوں کی سرسبزی، عالی شان مکانات، غرضیکہ جو عیش و آرام ہمیں حاصل ہیں۔ وہ تیرے خدایا کی طرف سے ہیں۔ تو پھر وہ لوگ کیوں غریب اور نادار ہیں۔ جو تیرے خدا کو ایک مانتے ہیں۔

اس قوم کو اس امر پر بڑا تعجب تھا کہ ان ہی میں سے ایک آدمی کس طرح پیغمبر بن گیا۔ اور اس پر خدا کے پیغام بھی نازل ہونے لگے۔ آخر اس قوم نے کہا کہ اگر تم خدا کی طرف سے نبی ہو۔ تو کوئی نشان دکھاؤ۔ اس پر اللہ کا یہ نشان ایک اونٹنی کی شکل میں نمودار ہوئی۔ قرآن میں تو اس کا ذکر نہیں۔ البتہ مفسرین کا بیان ہے کہ یہ اونٹنی اللہ کے حکم سے ایک پتھر سے پیدا ہوئی۔ اور تھوڑی دیر بعد اس نے بچہ جنا۔

خدا کا یہ واضح نشان دیکھ کر وہ لوگ بھونچکے ڈگنے لگے۔ لیکن ابھی تک وہ خدا کی طرف مائل نہ ہوئے تھے۔ حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اس کا نشان ظاہر ہو چکا ہے۔ اگر تم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اس اونٹنی کو برگزیدہ نقصان نہ پہنچانا۔ یہ آزادی سے جہاں چاہے چلے پھرے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن یہ اونٹنی چشمتے سے پانی پیا کرے گی۔ اور ایک دن تم اور تمہارے جانور۔

بکھڑے دن تک لوگ اس غیر معمولی واقعہ سے حیرت زدہ رہے۔ اور کوئی اونٹنی پر معتز نہ ہوا۔ لیکن کچھ وقت گزر جانے کے بعد ان کے دل میں پرانی برائیاں پھر ابھرنے لگیں۔ اور انہوں نے سازش کر کے اونٹنی کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد اس قوم پر عذاب خداوندی نازل ہوا۔ لوگو! اور صلیبت ناک گرج نے تمام سرکش انسانوں کو ہلاک کر دیا۔ صرف وہی لوگ بچے جو حضرت صالحؑ کے ساتھ تھے۔ بعد میں یہ قوم فلسطین میں جا کر آباد ہو گئی۔

انجف اشرف سے دس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ سڑک پختہ ہے اس جگہ حیرت منبر دکھائے گئے۔ جن میں حضرت علیؑ کو

وجہ شہید ہونے تھے۔ قریب ہی حضرت مسلم بن عقیل اور بنت حضرت علیؑ کے مزارات ہیں۔

حضرت مسلم بن عقیل حضرت امام حسین کے چچے بھائی تھے جب اہل کوفہ نے حضرت امام حسین کو خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی تو بعض اصحاب کے اصرار پر امام حسین اس پر راضی ہو گئے۔ کہ پہلے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیج کر اہل کوفہ کے خلوص کی تصدیق کر لیا جائے جب حضرت مسلم کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے آپ کا پرہیزگار و خیر مقدم کیا۔ اور انھیں ہر قسم کی امداد و کفایت دلایا۔ اس پر انہوں نے امام حسین کو لکھ دیا کہ کوفہ کے لوگ آپ پر پیمانہ وفادار بنائے ہوئے ہیں۔ آپ تیار ہیں۔ آپ بلا خوف و خطر تشریف لے آئیں۔

اس وقت کوفہ کا حاکم ایک خدا ترن انسان نعمان بن بشر تھا۔ یہ بیک وقت خیر علیؑ و کوفہ امام حسین کی وفات کا دم بھر رہے ہیں۔ تو اس نے نعمان کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

ابن زیاد نے کوفہ میں پہنچ کر کچھ اس قدر متشدد طریق کار کا مظاہرہ کیا کہ لوگ ڈر گئے۔ انکے دل اس نے اہل کوفہ کو ہلاک کر ڈرایا دھمکایا۔ اس سے خوف زدہ ہو کر اہل کوفہ امام حسین کی حراست سے دست کش ہو گئے۔ حضرت مسلم ہانی کے گھر میں مقیم تھے۔ ابن زیاد نے فوجی دستہ بھیج کر دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور پھر بے دردی سے قتل کر دیا۔

کوفہ میں حضرت علیؑ کو امام اللہ وجہہ کا مصطفیٰ اور آپ کے شہید ہونے کی جگہ محفوظ ہے۔ پہلے لوگ اس جگہ زرافل پر چڑھے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام، جناب مسلم بن عقیلؑ امیر مختار علیہ الرحمۃ کے مزارات کی زیارت کی۔ اس کے بعد ہانی ابن عمرو، عبداللہ بن جابر انصاری، حذیفہ اہلبائی اصحاب حضرت علیؑ سید عظماء بن امیین بن علیؑ کے مزارات دیکھنے سامنے ایک محولی قبہ میں بنت علیؑ کو امام اللہ وجہہ کا مرتد ہے۔

یہاں سے تھوڑی دُور کوفہ جدید آباد ہوا ہے جو اب اچھا خاصا شہر بن گیا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے مزار پر حاضری دی جس پر ایک تصویر کے ذریعے مچھلی کا حضرت یونس کو نگھنا دکھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بت پرستی سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اہل تینوا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے ایک مدت تک ان سرکش لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ لیکن ان پر کوئی تاثر نہ ہوا۔ اس پر حضرت یونسؑ نے خدا سے اس قوم پر عذاب نازل کرنے کی بڑھائی اور خدا کے جواب کا انتظار کئے بغیر بستی سے نکل گئے۔ جب اہل تینوا کو معلوم ہوا کہ حضرت یونسؑ پر عذاب کے چلے گئے۔ تو انہوں نے ان کی تلاش شروع کی۔ اور جب نہ ملے تو بارگاہ خداوندی میں جمع ہو کر انہوں نے توبہ و استغفار کی اور خدا سے نیک رہنے کا وعدہ کیا۔

ادھر یونسؑ دریائے فرات کے کنارے پر پہنچے۔ گھاٹ پر ایک کشتی مسافروں کو بار بار لے جا رہی تھی۔ آپ بھی اس میں سوار ہو گئے۔ جب کشتی وسط دریا میں پہنچی تو چکولے کھانے لگی اور قریب تھا کہ غرق ہو جائے۔ اس موقع پر اس زمانے کے اعتقاد کے مطابق لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم میں کوئی ایسا ضرور ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہم پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اگر اس کو کشتی پر سے الگ کر دیا جائے تو کشتی بچ جائے گی۔ لیکن کوئی بھی یہ کہنے کو تیار نہ تھا کہ میں بھاگا ہوا غلام ہوں۔ اس پر حضرت یونسؑ نے ملاحوں سے کہا کہ میں ہی اپنے مالک کا بھاگا ہوا غلام ہوں۔ تم مجھے دریا میں پھینک دو۔ ملاحوں نے انکار کیا۔ کہ آپ ایسے بزرگ کو ہم کس طرح دریا میں پھینک دیں۔ لیکن جب حضرت یونسؑ کی طرف سے اصرار بڑھا۔ تو ملاحوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا۔ اور اللہ کے حکم سے ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ آخر آپ کی دعا قبول کی اور مچھلی نے آپ کو ساحل دریا پر اُگل دیا۔ کچھ نشانیاں دکھانے کے بعد خدا نے آپ کو دوبارہ نسیا جانے کا حکم دیا۔ جب حضرت یونسؑ نے نسیا جانے کو آپ کی قوم آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اور آپ کی رہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانیاں حاصل کرنی رہی۔ کوفہ سے بلکہ جنتے ہوئے

## حضرت ذوالکفلؑ

راستہ میں ایک شکستہ مسجر کے پاس حضرت ذوالکفلؑ کا مزار ہے مسلمان اور یہودی دونوں زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں صریحاً ذکر آپ کا ذکر آیا ہے اور قرآن نے آپ کی یہ تشریف کی ہے کہ آپ نیک اور صاحبِ

## شہادت

اس لئے ہمارے دکھائے گرام کا قریب ہے کہ حامی مطالعہ کو مجلس دستور ساز تک لے جائیں اور اُسے پورا کرائیں۔ اس کے لئے ان کو ہر حالت میں علمائے کلام کی رہنمائی کی ضرورت ہوگی اور اگر آپ اپنا دست تعاون بڑھائیں گے۔ تو ہمیں یقین ہے کہ ان حضرات کی طرف سے خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا جائیگا۔ اگر آپ کو مکان بنانے کی ضرورت ہو تو آپ فن تعمیر کے ماہرین کی خدمات حاصل کرتے ہیں، اگر علاج کرانا ہو تو ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگر کتاب و سنت کی روشنی میں آئین بنانا ہو تو ہمارے دکھ صاحبان اور نہ حکومت کے لئے اس کے سوا کوئی پارہ کار ہے۔ کہ وہ علمائے کرام کی خدمات حاصل کریں۔ بیشک یورپ اور امریکہ کے ماہرین دستور کی خدمات حاصل کیجئے۔ مگر زن حضرات کو بھی نظر انداز نہ کیجئے یہ کتاب و سنت کے ماہر ہیں۔ اور اس راستہ کی طرف ہی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ و ما علیہم السلام







بقية خطبه جمعه

اور غم کرو۔ اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان  
نے اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے "یعنی  
دل سے اقرار کیا۔ اور اس پر قائم رہے۔ اس کی  
ربوبیت والو ہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا  
نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک پہنچے۔ نہ ترک  
کی طرح رنگ بدلا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس  
کے مقتضایہ اعتقاداً اور عملاً ہے۔ رہے اللہ  
کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا۔ جو عمل کیا خالص  
اس کی خوشنودی اور شکرگزاری کے لئے کیا اپنے  
رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا  
اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی  
کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے ایسے  
مستقیم الحال بندہ دل پر موت کے قریب اور قبر میں  
پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت  
اللہ کے فرشتے اترتے ہیں بوتسکین و تسلی دیتے  
اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ  
اب تم کو ڈوبنے اور گھبرانے کا کوئی موقعہ نہیں رہا۔  
دنیا سے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے  
والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور  
پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے  
لئے ہے۔ اور جنت کے جو عیدے انبیاء علیہم السلام  
کی زبانی کئے گئے تھے۔ اب وہ تم سے ایسا کئے جانے  
والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے۔ جس کے ملنے کا  
یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس  
نہیں بیٹھ سکتا۔"

## حدیث شریف کی شہادت

اما عبادہ بن صامت نے کہا رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ کی ملاقات  
 کو پسند کرتا ہے۔ اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا  
 ہے اور جو شخص اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے  
 اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ تب  
 عائشہؓ نے فرمایا۔ یا آپ کی بعض ازواج مطہرات  
 نے فرمایا۔ بیشک ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں  
 آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے۔ اور لیکن مومن جب اللہ  
 کو موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور اس کی بارگاہ  
 کی عزت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ پھر اس کو کوئی  
 چیز اس سے زیادہ پیاری نہیں ہوتی۔ جو اس کے لئے  
 دیا گئے ہے۔ پھر اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور اللہ اس کی ملاقات  
 کو پسند کرتا ہے اور یہی کامزب تیرا ارگہ توتا ہے تو اس لئے کہ خدا اس کی

خوشخبری بخاتی ہے پھر اُس کے خیال میں اس سے زیادہ  
اور کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی۔ جو اسے اُگے  
آنے والی ہے۔ پھر اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنا  
ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ متفق علیہ

(۲)

ابنی ہریدہ سے روایت ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اگر نیک آدمی ہو۔ تو اسے کہتے ہیں 'اے پاکیزہ نفس جو تیرا پاک وجود میں تھا نکل آ'۔ (بارگاہِ الہی میں تم) تعریف کئے ہوئے ہو تمہیں (خدا تعالیٰ کی طرف سے) آمدم اور مدد کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ (داعیہ بیٹا)

حاصل

دونوں حلیہ میں سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے نیک بندہ دل کو مرنے کے وقت بہشت اور اس جہان میں آرام اور زندگی کی خوش خبری سنائی جاتی ہے۔

## 62

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ اس مسجد مبارک میں جتنے مرد اور عورتیں موجود ہیں۔ اللہ ہم سب کو مرتے وقت اس خوش خبری سے مشرّف فرمائے آمین۔ یا اللہ العالمین !

بقیہ خالق و مخلوق کے متعلق قرآن کا نظریہ

خالق و احدی کی قدرت تخلیق کا شرمندہ اعلا

450

اللہ ہے۔ جس نے آسمان  
اور زمین بنائے۔ اور آسمان  
سے پانی نازل کیا۔ پھر اس  
سے تمہارے کھانے کو پھل  
لکائے۔ اور کشتیاں تمہارے  
تابع کر دیں۔ تاکہ دریا میں  
اس کے حکم سے پہنچتی رہیں  
اور نہریں تمہاری تابع  
کر دیں۔ اور سورج اور  
چاند کو تمہارے تابع کر دیا  
اور تمہارے لئے رات و دن  
دن کو تابع کیا۔ اور جو  
خیز تم نے اس سے مانگی  
اس نے تم کو دی۔ اور دیگر  
اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنے  
مگر۔ تو انہیں شمار نہ کر سکو  
بیشک انسان بڑا بے انصاف  
اور ناشکرا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَالزُّلُ  
مِ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ  
بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا  
لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلُكَ  
لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَ  
سَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ نَهَارًا وَ  
سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ  
أَيَّامِينَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ  
وَالنَّهَارَ وَاتَّكُمُ مِنْ كُلِّ  
مَسَاكِنِ السَّمَاءِ وَإِنْ  
عُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا  
يُحْصُونَهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ  
ظَلُومٌ كَفَّارٌ

الْمُتَرَكِّفِ خَلَقَ

لیا تو دیکھتے نہیں۔ کہ

اللَّهُ سَمِعَ سَمَوَاتٍ طِبَاتًا  
وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا  
وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا  
وَاللَّهُ أَسْبَغَ مِنْ الْأَرْضِ  
نَبَاتًا

سَبِّحْ اسْمَكَ رَبِّكَ الْأَعْلَى  
الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى وَالَّذِي  
تَدَارَعُ لَمَلَى

اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا  
کہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ  
جس نے پیدا کیا۔ پھر ٹھیک  
بنایا۔ اور جس نے اندازہ ٹھیک  
پھر راہ دکھائی۔

تعلیمات قرآنیہ نے ذات خالق کائنات کو اللہ کہا ہے  
ذات الہیہ کو کائنات عالم کیا خالق قرار دے کر لا شریک  
قرار دیا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ تَأْلَوْنَ  
تِلْكَ آيَاتِ اللَّهِ تُلْكَ  
مِنْ آلِهِ إِلَّا إِلَهُ الْوَاحِدُ  
جہنوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے  
ایک ہے۔ بے شک وہ کافر  
ہوئے حالانکہ سوائے ایک الہ  
کے اور کوئی الہ نہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِيسَى ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُكُمْ فَأَوْهَيْسَتْ لِيَا هُوَذَا قَوْلَ نَذِيرٍ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ تَكْفُرُ اللَّهُ إِلَى يَوْمِ الْفُتُورِ

اور یہود کہتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ انہیں کافروں کی سی باتیں بتانے لگے ہیں۔ جو ان سے پہلے گزر گئے۔ اللہ انہیں ہلاک کرے۔ یہ کہہ کر صراحت ہے

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ  
لِنَجْحِ تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ

یہاں  
اسی نے آسمانوں اور زمین کو  
ٹھیک طور پر بنایا ہے۔ اور  
وہ ان کے شرک سے پاک ہے

قرآن نے جہاں ذات خالق کائنات کا تصور پیش کیا ہے۔ ایجابی اور قلبی سرود و جہتوں سے اس کے تمام گوشے روشن کئے ہیں۔ چنانچہ وحدۃ خالق کا عقیدہ پیش کرتے ہوئے بیث اور تثلیث یعنی ذات خالق کائنات میں شراکت کا بطلان بھی کر دیا ہے۔ اور تصویر کے دونوں رخ اس رہنمایاں کر دئے ہیں۔ کہ ذہنی اور فکری حوادثات کی دھریاں ان کو گرد آلود کر کے کبھی گڈ مڈ نہ کر سکیں گی۔

ماہنامہ الصدیق ملتان

اردو اور عربی دونوں زبانوں میں شائے  
ہوتا ہے۔ اس کی اشاعت بڑھانے میں حصہ لیجئے۔  
سالانہ چندہ اردو پانچ روپیہ۔ عربی و یورپیہ  
ہے۔ ہر دو کے خریدار کے لئے سالانہ چندہ چھ  
روپیہ ہے۔ قیمت فی پرچہ اردو ۸

\_\_\_\_\_



# پتھوں کا صفحہ

جلد ۱ | مؤرخہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۵ء | شمارہ (۶)

## کیا کسی خدا کو دیکھا ہے؟

(از حضرت مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی)

ساجد نے ساجد سے سوال کیا۔ ”کیا کسی نے خدا کو دیکھا؟“

ساجد:- ”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“

ساجد:- ”کیوں؟“

ساجد:- ”وجہ تو بالکل ظاہر ہے۔ بھوتہم اُسی چیز کو دیکھ سکتے ہو، جس میں کچھ جسمانیت ہو۔ یعنی کچھ اہوائی چوڑی۔ کچھ موٹائی اور گاڑھا پن ہو۔ تمہارے اندر خود تمہاری جان موجود ہے۔ مگر تم اُس کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہوا تم کو لگتی ہے۔ مگر نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس میں کثافت اور گاڑھا پن نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے بھی پاک ہے اور کثافت سے بھی مبرا ہے۔ وہ لطیف ہے لہذا نہ نظر آتا ہے نہ ہاتھ اس کو چھو سکتے ہیں۔ اور نہ وہ ہوا کی طرح آپ کے بدن سے لگ سکتا ہے۔“

ایک ادبیات سمجھ لو۔ دیکھو آفتاب تمہارے سامنے ہوتا ہے مگر تم اس پر نظر نہیں جما سکتے۔ تمہاری نظر جیسے ہی آفتاب کی طرف اٹھتی ہے چکا چوند ہو جاتی ہے۔ اب اگر آفتاب کی روشنی دو تین گنا ہو جائے تو پھر آفتاب تو آفتاب تم دھوپ پر بھی نظر نہ ڈال سکو گے۔ چمکا ڈروں کی طرح دھوپ سے چھپتے پھرو گے۔ اور اگر آفتاب کا نور سو گنا ہو جائے تو پھر سوچو کیا حال ہو۔ زندگی محال ہو جائے۔

اب سمجھو آفتاب کی ذات۔ اس کا نور اس کی لطافت یہ سب کچھ اللہ کے سامنے بیچ ہے بے حقیقت ہے۔

نہ اللہ کی ذات کا کوئی کنارہ ہے نہ اس کے نور کی کوئی انتہا

ہے۔ اور نہ اس کی لطافت کی کوئی حد ہے۔ پس تمہیں بتاؤ تمہاری یہ کمزور آنکھیں اس کو کیسے دیکھ سکتی ہیں۔

اب یہ بھی سمجھ جاؤ کہ اگر خدا نظر نہیں آتا تو اس کا تصور نہیں ہے بلکہ تمہاری آنکھوں کی کمزوری ہے اور یہ جو تم بنا کر تے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہزاروں پردوں میں ہے۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ پر کوئی پردہ پڑا ہوا نہیں ہے۔ یہ پردہ ہماری کمزوری اور ہماری آنکھوں کی نااہلیت ہے۔ اب اگر ہماری کمزوری کے پردے اٹھ جائیں تو بیشک اس کی ذات پاک نظر آ سکتی ہے۔

ساجد (ساجد سے) بات تو آپ نے خوب سمجھا دی۔ اور میری سمجھ میں بھی آگئی۔ بیشک ان آنکھوں سے ہم خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ جب خدا کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اس کی بول چال اور اس کی آواز نہیں سن سکتا۔ تو یہ کیسے معلوم ہو کہ اس کی کیا کیا صفات ہیں۔ اس کے حکم کیا کیا ہیں۔ وہ بندوں سے کیا چاہتا ہے۔ کن باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے۔ یہ کیسے معلوم ہو۔

ساجد:- ”دیکھو بھئی۔ کچھ تو باتیں ایسی ہیں۔ جن کو انسان اپنی عقل سے بھی سمجھ سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ جب اس تمام مخلوق پر نظر ڈالتے ہیں تو عقل اور سمجھ کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہ بہت بڑا وانا ہے۔ اس کا علم بے پناہ ہے۔ کیوں کہ جب ہم باغیچہ کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس کا کوئی لگانے والا ہے۔ محل کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی اس کا تعمیر کرنے والا ہے۔ تو یہ زمین۔ آسمان۔ سمندر۔ سورج۔ بے شمار تاروں کے ققمے، دریاؤں اور پہاڑوں کے عجیب و غریب نظارے یقیناً گواہی دیتے ہیں کہ کوئی خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔ جو بہت وانا بہت بینا بہت بڑی قدرت والا ہے۔ نہ اس کے علم کی کوئی انتہا ہے نہ اس کی قدرت کی کوئی حد ہے۔“

اور بہت سی باتیں جن کا فیصلہ ہماری عقل نہیں کر سکتی، مثلاً یہ کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ کن باتوں سے آرام اور سکون ملے گا اور کن سے تعذیب پہنچے گی وغیرہ ایسی باتوں کو بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نبی اور رسول بھیجے جو آتش شیشہ کی طرح ایک طرف سے حاصل کر کے اپنے اندر جذب کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ بندوں کو نفی پہنچاتے ہیں۔



تَبْلِغُ دِينِ فِي اشَاعَتِ اِسْلَامِ كَا

بِمِثَالِ اِثَارِ

# اَبْنِ خِدْمَةِ الدِّينِ

اَنْدِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبْنِ اَدْرِيسَ لَكْهَوِي

زیر سرپرستی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

مندرجہ ذیل شعبہ جات کا کام لفصلہ تعالیٰ سر انجام دے رہا ہے

• مدرستہ البنات :- موجودہ مغربیت زدہ دور میں لڑکیوں کو دینی تعلیم دیکر اسلامی معاشرہ سکھانا ہے

• شعبہ نشر و اشاعت :- مختلف مسائل پر لاکھوں پمفلٹ مفت تقسیم کر چکا ہے۔

• دار الحفاظ میں :-  
ا۔ تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے۔  
ب۔ بچوں کو قرآن کریم حفظ بھی کرایا جاتا ہے۔

• مدرسہ قاسم العلوم :-  
دو ہر سال علماء کی ایک جماعت بپڑ آیت قرآن کریم کا ذور کر کے مستند ہوتی ہے  
ا۔ طلباء کی ایک مستقل جماعت نئی تعلیم حاصل کر رہی ہے جسکے طعام قیام کی انجمن خود کفیل ہے۔

• ہفت روزہ خدام الدین :- کا اجراء اشاعت میں اور تبلیغ اسلام کی طرف ایک اہم قدم ہے۔